اللہ اکبر

نماز

مصنف

حجتہ الاسلام سید ھادی نقوی

260.00

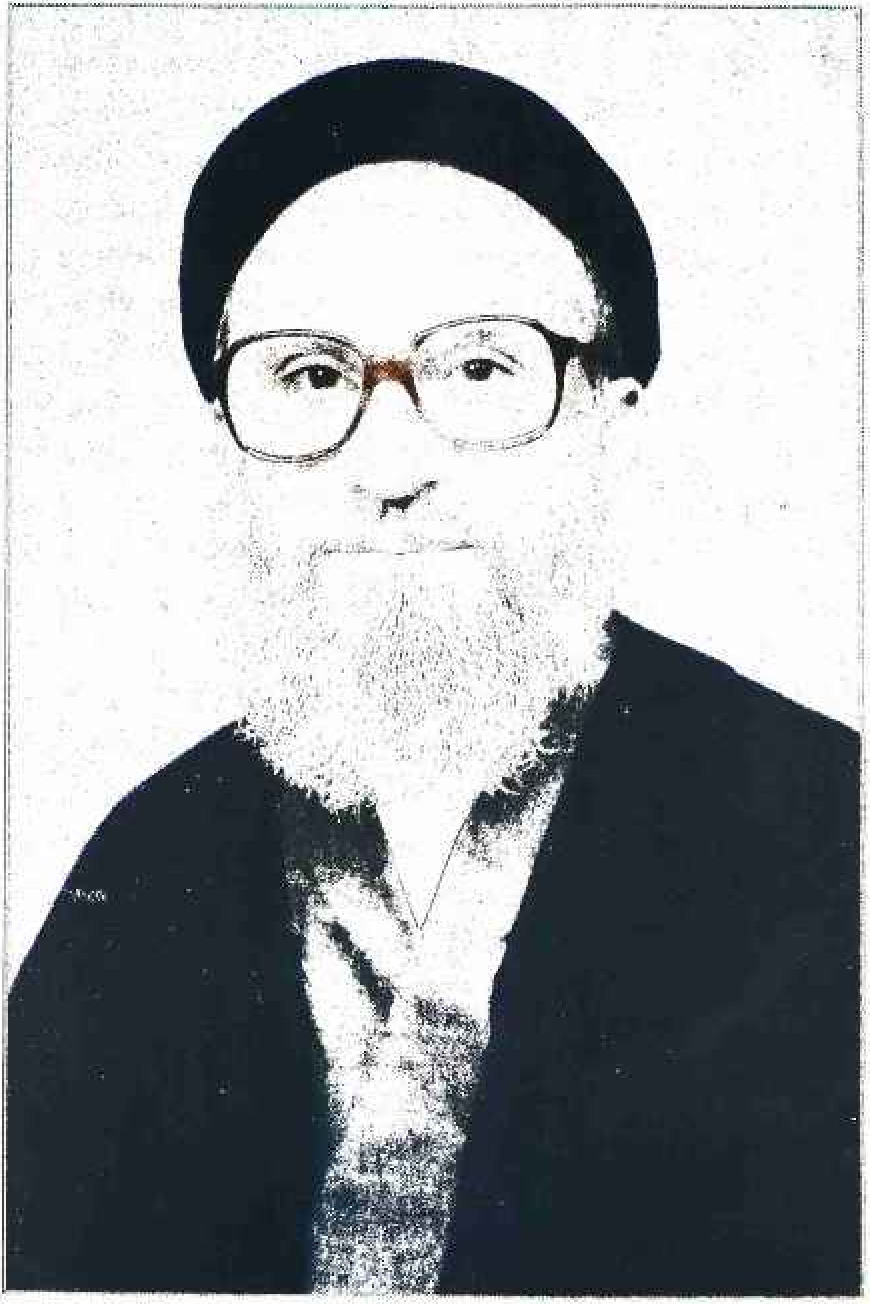

مصنف : حجۃ الاسلام سیّد ھادی نقوی

نماز

مصنف:
حجتہ الاسلام سید ہادی نقوی

ناشر:
مؤسسہ حمیدہ لاہور۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

اس شخص سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ سبحانہٗ کی طرف بلائے۔ خود نیک کام کرے اور یہ کہے کہ میں اللہ سبحانہٗ کے فرمانبردار بندوں میں سے ایک ہوں۔

(حمٰہ سجدہ نمبر 33)

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1-	دیباچہ	7
2-	انسان اور معاشرہ	13
3-	اسلامی معاشرہ	20
4-	نماز	22
5-	فیوض و برکات کا حصول	31
6-	نمازی کی حد پرواز	44
7-	نماز کا ہدف	47
8-	پاکیزگی اور صفائی ستھرائی	55
9-	ادب اور لغت قرآنی	58
10-	علم ہیئت و جغرافیہ	63
11-	سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی معلومات	73
12-	عالم آخرت کی معلومات	81
13-	نماز وحشت یا نماز ہدیہ قبر	90
14-	اللہ سبحانہٗ سے محبت	97
15-	رسول اکرمؐ اور ان کی آلؑ سے محبت	113
16-	حقیقت اور واقعیت نماز	116
17-	تشہد	125

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	نماز
ناشر	:	مؤسسہ حمیدہؑ معرفت افتخار بک ڈپو
		اسلام پورہ لاہور۔
طبع اول	:	20جمادی ثانی1422ھ مطابق 9 ستمبر2001ء
تعداد	:	دو ہزار
مصنف	:	حجتہ الاسلام سیّد ھادی نقوی
کمپوزنگ	:	گرافک ڈیزائنر'
		38- اُردو بازار لاہور

انتساب

میں اپنی اس ابتدائی علمی کاوش کو جناب ابو ثمامہ صائدی جیسے شہداء کربلا اور نمازیوں سے منسوب کرتا ہوں جنہوں نے چلچلاتی دھوپ، چلتی تلواروں اور برستے تیروں میں حضرت سید الشہداء ابوعبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ! زوال کا وقت ہو گیا ہے اور ہم اپنی زندگی کی آخری نماز آپ کی اقتداء میں پڑھنا چاہتے ہیں تو آپؑ نے جواباً فرمایا:

ذَكَرْتَ الصَّلٰوةَ جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الذَّاكِرِيْنَ.

شاباش! تم نے اس وقت بھی نماز کو یاد رکھا خدا تجھے (روز قیامت) نمازیوں اور اللہ سبحانہٗ کو یاد کرنیوالوں میں محشور فرمائے۔

(مقتل الحسین، عبدالرزاق)

اور

جو اس شعر کا بہترین مصداق ہیں:

اُن سے کسی نبیؑ کی عبادت بڑھی نہیں
تیغوں میں یوں نماز کسی نے پڑھی نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اللہ سبحانہ کا لاکھ لاکھ شکر اور بے حد و حساب حمد و ستائش سرکار دوجہاں حضرت رسول اکرمؐ اور ان کی پاک آل، خاص طور پر ان کے موجود جانشین حضرت امام مہدیؑ (اللہ سبحانہ ان کے ظہور میں تعجیل فرمائے) کیلئے ہمیشہ درود و سلام۔

محترم قاری!

جب سے میں نے لاہور میں مختلف جگہوں پر فہم عامہ کے مطابق دین مبین اسلام کے مختلف شئون و مظاہر کے عنوان سے خواتین و حضرات، لڑکیوں اور لڑکوں کی نشستوں میں

دروس و تقاریر شروع کی ہیں تفہیم و تبلیغ دین کی نت نئی راہیں واضح ہوتی جا رہی ہیں۔ اکثر خواتین و حضرات خصوصاً نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں نے خلاف توقع اور غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے میرے مقررہ دروس اور محافل کے علاوہ دیگر مقامات پر تقاریب منعقد کر کے حیرت انگیز تعاون کا ثبوت دیا ہے۔ دین مقدس اسلام کے ان پرکشش اور قابل توجہ مطالب کی اسقدر پذیرائی نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میں اپنے دروس میں جن عناوین پر بات کرتا ہوں اور دین مبین کے سربستہ امور کو آج کی پڑھی لکھی عوام کے سامنے جب واضح طور پر پیش کرتا ہوں تو وہ بہت متاثر ہوتے ہیں۔ وقتی طور پر تو واقعی ان میں ایک انقلاب کی جھلک بھی نظر آنے لگتی ہے۔ البتہ کچھ وقت گزر جانے کے بعد وہ مطالب ان کے اذہان کی لاشعور تہوں میں دب جاتے ہیں۔

جب کسی وجہ سے دروس اور نشستوں کا انعقاد معطل یا موخر ہو جاتا ہے یا لڑکیاں بیاہ کر اپنے پیا کے گھر چلی جاتی ہیں تو وہ مطالب بالکل بھلا بھی دیے جاتے ہیں۔ اس طرح کئی برس کی

مسلسل محنت بعض اوقات بالکل اکارت گئی گویا کہ سرے سے ان لڑکیوں اور لڑکوں سے کوئی بات بیان ہی نہیں کی گئی۔ ایسے میں نہ صرف توانائیاں اور وسائل ضائع ہو گئے بلکہ معاشرہ بھی پسماندہ کا پسماندہ رہا۔ اس دوران ہی بعض اسلام کے شیدائیوں (لڑکیوں اور لڑکوں) نے اکثر وڈیو اور آڈیو کیسٹس بھی بنائیں۔ نوٹ بک پر نوٹس بھی لئے مگر زیادہ نتیجہ خیز کیفیت سامنے نہ آسکی اس تلخ حقیقت نے مجھے مجبور کیا کہ زبانی دروس کے ساتھ ساتھ قلمی کاوش بھی کی جانی چاہئے تاکہ کتاب کی صورت میں طلبہ و طالبات ان اہم مطالب و مفاہیم کا بار بار مطالعہ کرسکیں اور کئی برس بعد آنے والی نسل بھی بہتر طریقے سے بہرہ ور ہو سکے۔

محترم قاری!

اس پس منظر میں حقیر نے سب سے پہلی تحریر کے لئے جو عنوان چنا ہے وہ دین مقدس اسلام میں عام فہم بھی ہے اور جانا پہچانا بھی یعنی ''نماز'' آپ یقیناً یہی سمجھیں گے کہ میں بھی دیگر فقہی مؤلفین کی طرح نماز کے فقہی پہلوؤں پر بات چھیڑ دوں گا۔ نہیں بھئی نہیں! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ فقہی

لحاظ سے میں اشارہ تک نہیں کروں گا بلکہ با اصرار گزارش کروں گا کہ میری اس تحریر کو فقہی اعتبار سے نماز کی ادائیگی کے لئے کافی نہ سمجھا جائے بلکہ فقہی کتب کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے۔

اچھا اگر میں فقہی امور پر بات نہیں کرنا چاہتا تو پھر نماز کے بارے میں کہنا کیا چاہتا ہوں؟ اس سوال کا جواب میں نے اپنی اس تالیف میں دینا ہے۔ اکثر مسلمان نماز کو صرف فقہی نکتہ نگاہ سے جاننا چاہتے ہیں۔ نماز پڑھنا چاہتے ہیں زیادہ سے زیادہ نمازِ جماعت کی معلومات لینا چاہتے ہیں وہ بھی صرف مرد یا لڑکے جبکہ خواتین اور لڑکیاں تو یہ سمجھ بیٹھی ہیں کہ ان کا مسجد سے کوئی تعلق یا رشتہ نہیں ہے اور نہ ہی عالم دین سے انکا کوئی واسطہ ہے۔ گویا کہ حضرت رسول اکرمؐ اور آئمہ ھدیٰؑ صرف مردوں ہی کے لئے بھیجے گئے تھے ناں؟!!

☆ بہرحال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی معاشرہ میں نماز کا مفہوم کیا ہے؟

☆ نماز ادا نہ کرنے والے کے بارے میں اسلامی معاشرہ کیا رائے قائم کرتا ہے؟

نماز کی ادائیگی سے اسلامی معاشرہ میں غیر مسلمانوں کیلئے کیسی کشش و جاذبیت پیدا ہوتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام امور پر کھل کر بات کرنے سے پہلے میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہر عہد کی ایک زبان ہوتی ہے جب تک اس زبان میں بات نہ کی جائے تو قیمتی سے قیمتی اقدار بھی بے وقعت ہو جایا کرتی ہیں۔ اللہ سبحانہ نے اپنے پاک کلام میں یہی حقیقت بیان فرمائی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ

مطالب کی مکمل تفہیم کیلئے ہم نے اپنے ہر پیغمبر کو ان کے عہد کی زبان سکھا کر بھیجا۔

(سورہ ابراہیمؑ آیت نمبر 4)

فرعون کے عہد کی زبان جادوگری تھی۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے ان سے "اژدھا" اور "ید بیضاء" کی زبان میں بات کی۔ پیغمبر اسلامؐ کے عہد کی زبان فصاحت و بلاغت تھی اس لیے اللہ سبحانہ نے انہیں قرآن حکیم جیسی فصیح و بلیغ زبان عطا فرمائی۔ اسی طرح آج کی زبان شعور و ادراک ہے۔ علم و دانش عام ہے۔ اذھان کا معیار خاصا بلند ہو چکا ہے اس لیے

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی اقدار کو علمی اور فہم عامہ کے سانچے میں ڈھال کر نوجوان نسل کے سامنے رکھا جائے تاکہ ان کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

اس حقیقت کے پیش نظر میں نے اپنے محترم قاری کی سہولت کے لئے اس دنیا میں ''حضرت انسان'' اور ''دیگر جانوروں'' میں فرق واضح کیا ہے۔ اس کے بعد انسان اور معاشرہ کا ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہونا بتایا ہے۔ آگے چل کر اسلامی اور غیراسلامی معاشرہ بتایا ہے تب جا کر معاشرتی علوم (Sociology) کی بنیاد پر نماز کا مفہوم واضح کیا ہے تاکہ ہر مسلمان جو دراصل اسلامی معاشرہ کا ایک فرد ہے اپنی ذاتی اور معاشرتی ذمہ داری کے آئینے میں نماز کا بالکل واضح طور پر مشاہدہ کرسکے۔

انسان اور معاشرہ

اگر اس دنیا اور اس میں رہنے والے مختلف جانداروں پر غور کیا جائے تو انسان کے علاوہ بیشمار حیوان ہمیں نظر آئیں گے مگر سوائے حضرت انسان کے کوئی جاندار بھی مکمل طور پر ''معاشرہ'' کا محتاج نہیں۔ ''معاشرہ'' کا کیا مطلب؟ میں سمجھائے دیتا ہوں۔

انسان اپنی زندگی اور بقاء کے لئے اپنے دیگر ہم جنس افراد یعنی دیگر انسانوں کا محتاج ہے۔ انسان کو اپنی اس محتاجی کو دور کرنے کیلئے دیگر انسانوں کے ساتھ مل جل کر ایک خاندان کی طرح مربوط ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ اس باہمی ربط کے ذریعہ مختلف انسانوں کا جو گروپ وجود میں آتا ہے ایک طرف تو اس کی مادی شکل اور کیفیت بنتی ہے جسے ''بستی، گاؤں اور شہر'' کا نام دیا جاتا ہے تو دوسری طرف انہی بستیوں، گاؤں اور شہروں میں بسنے والے انسانوں کی ایک ذہنی سطح، تعلیم و تربیت، رسم و رواج اور طور طریقے وجود پاتے ہیں جو ان کی معنوی شکل و

صورت متعین کرتے ہیں پس انسانوں کے اس گروپ کی مادی اور معنوی شکل و کیفیت کو ''معاشرہ'' کہا جاتا ہے۔ آج معاشرتی علم(Sociology) بہت ترقی کر گیا ہے مگر اس علم کی بنیاد یہی ہے جو میں نے اوپر لکھ دی ہے۔

انسان کے محتاجِ معاشرہ ہونے کی بھی دو ہی وجوہات ہیں ایک مادی اور دوسری معنوی' اب آپ غور کریں کہ انسان کے علاوہ جتنے اور جاندار ہیں ان کی خوراک' لباس اور رہائش تینوں ضروریات فطرت خود مہیا کرتی ہے چنانچہ کسی مصنوعی طور طریقے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ مثلاً چوپائے' ان کی خوراک گھاس پھونس اور ساگ پات ہے جو ہر جگہ فطرتاً اور طبعاً باافراط موجود ہے۔ ان کے جسم پر جو قدرتی کھال ہے ان کو مصنوعی لباس سے بے نیاز رکھتی ہے۔ رہائش کیلئے کوئی بھی فطری جگہ یعنی کسی درخت کا تنا یا پہاڑ کی کھوہ کافی رہتی ہے۔ پینے کیلئے دریا' چشمے اور ندی نالوں کا پانی کافی ہے۔ افزائش نسل اور بعض جانوروں کو چھوٹے بچوں کی پرورش کے

علاوہ ایک دوسرے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اپنی مقررہ غذا کے علاوہ نہ وہ کچھ اور کھاتے ہیں اور نہ کھانے میں افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے وہ بہت کم بیمار پڑتے ہیں البتہ کبھی کوئی چوٹ لگ جائے یا زخم آجائے تو ان کا بہترین معالج خود ان کی زبان اور لعاب دھن ہے۔ اور تو اور ان کو زچگی کیلئے بھی کسی دوسرے ہم جنس کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ کسی غیر کی موجودگی سے وہ بہت سخت ناراض ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی تمام ضروریات مادی ہی ہیں جن کا خلاصہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ نہ ان کا کوئی ضمیر ہوتا ہے اس لئے نہ انہیں ''مافی الضمیر'' کہنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے نہ سننے کی۔ ان کے پاس عقل و خرد بھی نہیں ہوتی اس لئے کسی نئی سوچ یا نظریے کا احتمال عنقاء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آج سے ہزاروں سال پہلے گائے بیل اور بھیڑ بکری گھاس پھونس وغیرہ کھاتے تھے تو آج بھی ان کی یہی غذا ہے۔ ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ ملک میں چلے جایئے ان جانوروں کی خوراک پسماندہ

دور ہی کی ہے۔ اسی طرح آپ درندوں' پرندوں اور آبی جانوروں کے بارے میں خود سوچ سکتے ہیں کہ شیر کیوں آج بھی کچا گوشت کھانا پسند کرتا ہے اور قورمہ' کوفتے کباب اور چرغہ کیوں اس کے دسترخوان کا جزو نہیں بن سکے۔

انسان کا معاملہ دوسرا ہے۔ اس کی مادی ضروریات فطرت مہیا نہیں کرتی بلکہ اسے خود فطرت کے مختلف وسائل استعمال میں لا کر مہیا کرنا پڑتی ہیں۔ گندم' چاول' کپاس' گنا' انار' کیلے اور آم وغیرہ کہیں خودرو فصلوں یا باغوں کی صورت میں دستیاب نہیں ہیں۔ انسان کے جسم پر جو کھال ہے وہ گرمی' سردی' بارش اور ہوائیں برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اگر اس پر موسم کے مطابق لباس نہ ہو تو حضرت انسان دنیا میں زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح رہائش کیلئے غاریں' پہاڑوں کی کھوہیں اور درختوں کے تنے ناکافی ہیں۔ اس لئے انسان مجبور ہے کہ کھانے کیلئے گندم' جو' چاول اور دیگر سبزیاں اور ترکاریاں خود کاشت کرے۔ پہننے کیلئے ململ' لٹھا' کریپ اور دیگر کپڑے

بنائے اور رہائش کیلئے آراستہ کمروں والا مکان حاصل کرے یہ سب کچھ وہ تنہا نہیں کرسکتا اس لئے وہ مجبور ہے کہ چند ایک دیگر انسانوں کیساتھ رہے جو باہم ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کریں۔ مثلاً کوئی مکان بنائے' کوئی لباس تیار کرے' کوئی خوراک و تعلیم کا ذمہ لے!

انسان کی ضروریات بھی جسمانی اور مادی حدود تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر معنوی اور روحانی بھی ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی نامکمل اور خود انسان اپنے اندر زبردست تشنگی اور کمی محسوس کرتا ہے مثلاً انسان جستجو کرتا ہے۔ قیل و قال اور چوں و چراں اس کا خاصہ ہے اسے اپنے پیٹ کی بھوک مٹانے کے ساتھ ساتھ ذہن و وجدان کی بھوک بھی مٹانا ہوتی ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے' کچھ سننا چاہتا ہے' سمجھنا چاہتا ہے اور سمجھانا چاہتا ہے۔ غرضیکہ ایک پورا جہاں ہے جسے وہ اپنانا چاہتا ہے۔ یہ ضرورت ایک دو آدمی یا چندافراد پر مشتمل ایک خاندان پوری نہیں کرسکتا بلکہ اس کیلئے اچھی خاصی تعداد کا

ایک پورا گروہ موجود ہونا چاہئے جو انسان کی جملہ معنوی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ہمارا موضوع ''معاشرتی علم'' یا ''معاشرہ کی ساخت'' نہیں اس لئے میں صرف اس قدر بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں۔ البتہ اتنا ضرور بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے میں جبکہ ایک جگہ پر بہت سے افراد جمع ہوں وہاں ان سب کی خوشحال زندگی کیلئے ایک ''نظام'' اور ''طرز زندگی'' کی ضرورت ہو گی تاکہ کسی قسم کا تصادم و اختلاف وجود میں نہ آئے۔ مختلف ذہن کے افراد' مختلف مزاج رکھنے والے مختلف خواہشات اور مختلف اہداف رکھنے والے کثیر التعداد افراد کسی نظام زندگی کے بغیر پرامن و خوشحال زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو گا کہ ''نظام'' یا ''طرز زندگی'' وضع کرنے کا اختیار یا حق کسے حاصل ہو؟ بس نہایت اختصار کے ساتھ صرف یہ عرضِ خدمت ہے کہ انسان کو کسی دوسرے انسان پر انسان ہونے کے ناطے کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ رنگ' نسل' زبان یا زندگی کے کسی خاص

شعبے میں دوسروں سے ذرا زیادہ معلومات یا باصلاحیت ہونا حق فوقیت عطا نہیں کرتا اس لئے یہ کام کائنات کے خالق و مالک اللہ سبحانہ نے خود اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کی طرف سے معصوم ذوات مقدسہ جنہیں انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ و السلام کہتے ہیں عدل و انصاف پر مبنی ''طرز زندگی'' لے کر آتے رہے ہیں اور انسان کو ہدایت دیتے رہے ہیں۔

اسلامی معاشرہ

اللہ سبحانہ کی طرف سے اس کے آخری رسول حضرت ختمی مرتبت، سرکار دوجہاں، ابو القاسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا آخری پیغام لے کر آئے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں ایک معاشرہ تشکیل دیا جسے بجا طور پر ''اسلامی معاشرہ'' کہا جاتا ہے گرچہ آپؐ کے بعد مسلمان اس کو اسی شکل میں محفوظ تو نہ رکھ سکے البتہ اس کے بنیادی خدوخال، قرآن و سنت کی تاریخ میں نقش برسنگ کی صورت میں موجود ہیں اور انشاء اللہ مسلمان جلد از جلد اسی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ تشکیل دے لیں گے۔ آمین!

"اس کے بعد میں اپنی تحریر میں جہاں بھی "اسلامی معاشرہ" کی اصطلاح استعمال کرونگا اس سے مراد وہ معاشرہ ہو گا جو حضرت رسول اکرمؐ مسلمانوں کو متعارف کرا گئے ہیں۔"

محترم قاری!

اسلامی معاشرہ ایک مکمل معاشرہ ہے۔ انسان کی تمام

ضروریات یعنی مادی معنوی' دنیاوی اخروی اور ذاتی و اجتماعی لحاظ سے کوئی ایک ضرورت بھی ایسی نہیں جس کا اہتمام اس معاشرہ میں نہ کیا گیا ہو۔ اس کی حدود پیدائش سے شروع نہیں ہوتیں اور نہ ہی موت پر ختم ہوتی ہیں بلکہ اس کے ڈانڈے ''روز اَلست'' سے شروع ہو کر ''روز قیامت'' بلکہ ابدالآباد حیات جاویداں سے جا ملتے ہیں۔ جس طرح غیر اسلامی معاشروں میں بچپن' جوانی' بڑھاپا یا پھر تعلیم' علمی زندگی اور سیاست و ثقافت معاشرہ کے مختلف ادوار یا شعبے ہیں اس طرح اسلامی معاشرہ میں ان مذکورہ امور کے علاوہ عالم ارواح' عالم ذرٌ دنیا برزخ اور قیامِ حکومت الٰہیہ وغیرہ اسلامی معاشرے کے مختلف ادوار اور شعبے ہیں۔ اس ''حدود اربعہ'' سے آپ اسلامی معاشرہ کی حدود و وسعت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

نماز

اسلامی معاشرہ کا ایک فرد یعنی مسلمان جس طرح معاشرہ میں والدؒ استاد کا وجود محسوس کرتے ہوئے عملی طور پر ان کو وقت دیتا ہے، ان کے پاس جاتا ہے، بات چیت کرتا ہے گویا کہ عملی رابطہ رکھتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ رابطوں کے علاوہ اللہ سبحانہٗ حضرت رسول اکرمؐ اور ان کے موجود نمائندہ سے بھی رابطہ رکھتا ہے۔ باقاعدہ چوبیس گھنٹوں میں ان کو وقت دیتا ہے۔ حاضر ہوتا ہے۔ بات چیت کرتا ہے۔ یہ رابطہ باقی تمام معاشرتی رابطوں سے زیادہ اہم اور لازمی ہے۔ اس رابطے کا تارک اور منکر بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس رابطے کو اسلامی زبان میں ''نماز'' کہتے ہیں۔ پس نماز کی تعریف یہ ہے:

"چوبیس گھنٹوں میں مخصوص اوقات پر ایک خاص طریقے سے اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے یا وقت دینے کو نماز کہتے ہیں۔"

محترم قاری!

جس عمل کو عام مسلمان نے ایک ذاتی مذہبی فریضہ سمجھ کر صرف ذاتیات کا جزو بنا لیا ہے وہ اسلامی معاشرے کا لازمی معاشرتی کردار ہے۔ یہ کردار زبردست تعلیمی، تعمیری اور تربیتی عامل ہے جو افراد معاشرہ کو نہ صرف سوئے منزل متحرک رکھتا ہے بلکہ حیرت انگیز حد تک ترقی بھی دیتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں آگے چل کر بتاؤنگا کہ نماز ترک کر کے ایک مسلمان کیا کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ اس کو کتنا ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے اور وہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ سے کتنا دور ہٹ جاتا ہے۔ اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ وہ معاشرے کو بھی کاری ضرب لگاتا ہے۔ فہم عامہ، عقل، منطق اور آیات و احادیث کے بیان سے پہلے میں "عمرانیات" کی زبان میں یہ بتاتا ہوں کہ نماز نہ پڑھنے والا جسے اسلامی اصطلاح میں "تارک الصلوٰۃ" کہا جاتا ہے۔ معاشرہ میں کس سطح پر ہوتا ہے۔ "معاشرتی سطح" سے مراد اس کا معاشرہ میں مقام ہے۔ مثال کے طور پر معاشرہ میں مال و دولت کی

بنیاد پر مختلف طبقے قرار پاتے ہیں۔ کوئی امیر کبیر اور کوئی غریب و مفلوک الحال۔ اس طرح کردار کے اعتبار سے بھی افراد معاشرہ کا ایک معیار اور سطح ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نہایت محنتی' جفا کش اور تن دہ ہوتا ہے جبکہ دوسرا سست' نکما اور کام چور اسی طرح ایک شخص پڑھا لکھا' مہذب اور شائستہ مزاج ہوتا ہے جبکہ دوسرا اجڈ' ان پڑھ اور بدتمیز۔ مذکورہ بالا طبقوں میں اوّل الذکر اونچی سطح کے افراد ہوتے ہیں جبکہ موخر الذکر گھٹیا اور نچلی سطح کے لوگ' اس معنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ''تارک الصلوٰۃ'' کس سطح کا حامل ہے؟؟

معاشرہ میں جو شخص اپنے متعلقین کی طرف سے عائد ذمہ داریاں نبھائے' ان کو وقت دے' ان کی خدمت کرے وہ اونچی سطح کا حامل ہے اور قابل ستائش ہے جبکہ اس کے برعکس وہ شخص جو اپنے متعلقین کی طرف سے عائد ذمہ داریوں کو محسوس نہ کرے' ان کی بجا آوری کی کوشش نہ کرے' اپنا وقت غیر ذمہ دارانہ مصروفیات میں صرف کرے' معاشرہ اس کو گھٹیا اور بُرا

آدمی سمجھتا ہے اور اس کی برملا مذمت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اپنے بوڑھے والدین کی دیکھ بھال نہیں کرتا۔ کافی وسائل رکھنے کے باوجود ان کی ضروریات پوری نہیں کرتا ان کو وقت نہیں دیتا تو کہیے معاشرہ اسے کیا کہے گا؟ یہی نا! کہ احسان فراموش ہے، نافرمان ہے، ناشکرا ہے وغیرہ وغیرہ اور یوں اس کی مذمت کرے گا اور پورے معاشرے میں وہ شخص بے وقار اور بے عزت رہے گا۔ اس کے برعکس ایک شخص اپنے استاد کا بے حد احترام کرتا ہے۔ وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا کوئی کام سنوارتا ہے برابر خبر گیری کرتا ہے تو معاشرہ اس کی تعریف کرے گا کہ بڑا قدر شناس ہے۔ اپنی اوقات یاد رکھتا ہے۔ اپنے معلّم اور مربی کے احسان کا بدلہ چکانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔

محترم قاری!

اسلامی معاشرے میں تارک الصلوٰۃ شخص معاشرے میں اللہ سبحانہ کے وجود کی عملی نفی کرتا ہے یا اسکا وجود تسلیم کرتے

ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور اسے وقت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اپنے خالق و مالک کے ان گنت احسانات کو یکسر نظر انداز کرتا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے اذان سن کر بھی اکڑفوں میں رہتا ہے اور نماز کیلئے یعنی اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے نہیں آتا۔ آپ اتنا تو سمجھتے ہیں کہ اذان کا مطلب وہی ہے جو مدرسہ میں کلاس شروع ہونے سے پہلے گھنٹی بجنے کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی بچہ سکول میں موجود ہو۔ کلاس شروع ہونے کی گھنٹی بجے وہ کلاس میں جانے کے بجائے کھیل کے میدان میں' لائبریری میں یا کیفیٹریا میں چلا جائے تو سکول میں رہنے کا اسکو ہرگز حق نہیں۔ اس طرح اسلامی معاشرے کا فرد یعنی مسلمان' اذان سنتے ہوئے بھی اپنے کسب معاش' ٹیلی ویژن' خوش گپیوں یا دیگر مصروفیات میں مگن رہے تو وہ مذکورہ طالب علم کی طرح معاشرے کے وسائل سے استفادہ کرنے کا بالکل حقدار نہیں ہے۔

یہاں میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں کہ

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر وقت اذاں کوئی شخص کسب معاش میں مصروف ہے تو وہ کوئی بُرا کام تو نہیں کر رہا اس لئے اگر وہ فوری نماز ادا نہیں کرتا تو کیا حرج ہے؟ ابھی ابھی اوپر ہم نے پڑھا کہ اگر سکول میں ایک طالب علم کلاس شروع ہونے کی گھنٹی سن کر لائبریری میں جا کر کسی کتاب کا مطالعہ شروع کر دے حتیٰ کہ تلاوت قرآن مجید ہی کیوں نہ شروع کر دے وہ قابل تعریف نہیں بلکہ سزا کا مستحق ہے کیونکہ یہ کام وہ بعد میں بھی کر سکتا ہے یا گھنٹی بجنے سے پہلے بھی کر سکتا تھا۔ عین اس وقت جب کلاس کی گھنٹی بجی تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سوائے کلاس میں حاضری کے کوئی بھی دوسرا کام مذموم ہے۔ مزید وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ طالب علم کیلئے تعلیم و تربیت اور تہذیب کا جو پروگرام مدرسے یا سکول نے ترتیب دیا ہے وہ اس کے اپنے کسی بھی پروگرام سے اہم ہے۔ دوسری بات یہ کہ مدرسے کا پروگرام تو مدرسے کی انتظامیہ نے ترتیب دیا ہے جس پر اس کا کوئی اختیار نہیں جبکہ اپنے ذاتی پروگرام

اور مطالعہ وغیرہ کانظام اوقات اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔
تیسری بات یہ کہ اگر مدرسے کا ترتیب شدہ پروگرام وہ چھوڑ دیتا ہے تو پھر کبھی اسے نہیں پا سکے گا۔ جبکہ ذاتی پروگرام وہ جب چاہے دوبارہ یا سہ بارہ بھی ترتیب دے سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح کسب معاش' کھیل کود' دوستوں سے خوش گپیاں' سیر و تفریح خود ہمارے اپنے پروگرام ہیں ہم ان کو بخوبی اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں کہ نماز کے وقت ہم فارغ ہو جائیں جبکہ وقت نماز کا تعین ہمارے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ سبحانہ کی طرف سے حضرت رسول اکرمؐ نے مقرر کیا ہے۔ جیسے کلاس کا وقت سکول انتظامیہ نے مقرر کیا ہوتا ہے اور بچے پر لازمی ہے کہ اس کی پابندی کرے۔ اس مثال سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تارک الصلوٰۃ نہ صرف ایک بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ غیر حاضر بچے کی طرح اپنے مقصد میں بھی ناکام رہتا ہے۔

اسی لئے اسلامی ارشادات میں نماز کی ادائیگی کی بڑی تاکید اور نماز نہ پڑھنے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ ذیل میں

ہم صرف دو مثالیں بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ بَعْدَ الْمَعْرِفَۃِ اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَاسِوَاھَا وَ اِنْ رُدَّتْ رُدَّ مَاسِوَاھَا.

(اصول دین) کی معرفت کے بعد سب سے اعلیٰ عبادت نماز ہے۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو دیگر اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز ہی مسترد ہو گئی تو دیگر تمام اعمال (روزہ، حج، خمس وغیرہ) مسترد ہو جائیں گے۔

(اصول کافی باب الصلوٰۃ)

حضرت امام جعفر صادقؑ نبی کریمؐ سے روایت فرماتے ہیں:

لَا تَنَالُ شَفَاعَتُنَا لِمَنْ ھُوَ مُسْتَخِفٌّ بِالصَّلٰوۃِ.

نماز کو اہمیت نہ دینے والے کو ہرگز ہرگز ہماری شفاعت نصیب نہیں ہو گی۔

(اصول کافی باب الصلوٰۃ)

اب ہم نماز ادا کرنے یعنی اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے فوائد اور نتائج بیان کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ فوائد و مقاصد جو میں یہاں بیان کر رہا ہوں اُن فوائد کے علاوہ ہیں جو اللہ سبحانہ کی اطاعت کر کے اخروی زندگی میں میسر ہوں گے۔ البتہ آگے چل کر آپ پڑھیں گے کہ اخروی ثواب کے بہت سے ذرائع ہماری نماز کی ادائیگی کی وجہ سے ہی دستیاب ہوں گے۔

یوں تو نماز پڑھنے کے فوائد کی ان گنت جہات اور شعبے ہیں البتہ میں ذیل میں چند ایک کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرونگا۔

فیوض و برکات کا حصول

ابھی میں نے اوپر لکھا اور آپ نے پڑھا کہ ''نماز'' اللہ سبحانہ کی ارفع و اعلیٰ اور بابرکت بارگاہ میں حاضری کا نام ہے۔ جب آدمی نماز ادا کرنے کھڑا ہوتا ہے تو گویا کہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جس جگہ پر جاتا ہے وہاں پر موجود اشیاء سے مستفیض ہوتا ہے کچھ فیوض جبراً اسے میسر ہوتے ہیں کچھ اس کی محنت و مشقت سے مشروط ہوتے ہیں مثال کے طور پر ایک آدمی باغ میں جاتا ہے جہاں پھول، پھل، خوشبو، پرندے اور شکار غرضیکہ اس کی ضرورت و چاہت کی گونا گوں اشیاء موجود ہیں تو وہ ضرور ان سے بہرہ ور ہو گا۔ باغ میں داخل ہوتے ہی اس کی حس بصارت و مشاہدہ رنگا رنگ خوشبودار پھولوں سے فیض یاب ہو گی۔ اگر وہ محنت کر کے کچھ پھل توڑ کر کھا لے گا تو حس ذائقہ بھی مستفیض ہو گی اس طرح

اگر وہ مزید محنت کر کے کچھ پرندے اور چرندے پکڑ لیتا ہے تو مزید فیض حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہی مثال سونے چاندی' جواہرات کی کان کیلئے بھی دی جاسکتی ہے۔ اگر مزید غور کریں تو یہ بھی تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک حکیم حاذق کی بارگاہ میں حاضری سے انسان اپنی امراض کی دوا سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ ایک عالم فاضل استاد کی بارگاہ میں تشنگی علم کو سیراب کر سکتا ہے۔ ایک ماہر اخلاقیات کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اخلاق حسنہ سے اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کر سکتا ہے۔ غرضیکہ بارگاہ جتنی بافیوض و برکات ہو گی اتنا ہی اس سے استفادہ کے امکانات زیادہ ہوتے جائیں گے۔ بس اب آپ تھوڑا سا سوچیں کہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں انسان کے لئے کیا کچھ نعمتیں' سوغاتیں علوم' ہدایت اور برکتیں نہیں ہیں؟!!! اِدھر انسان نماز کیلئے کھڑا ھوا اُدھر اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں موجود مادی و معنوی برکتیں اس کا مقدر بن گئیں۔ اللہ سبحانہ کی رضا و خوشنودی' لطف و کرم' انعام و اکرم' رزق و صحت' زہد و تقویٰ'

خوف خدا' اللہ سبحانہ کے نمائندوں سے محبت و الفت' مخلوق خدا کی خیر اندیشی کردار و رفتار میں نیکی و بھلائی اپنی کوتاہیوں کی معافی آئندہ راست بازی کا عہد' اپنے مرحوم بزرگوں کی مغفرت اور اپنی آئندہ نسلوں کی ہدایت کی دعائیں غرضیکہ وہ کونسی نعمت تصور کی جاسکتی ہے جو اس فیض رساں بارگاہ میں موجود نہیں۔ مزید براں اس بارگاہ میں قیام کا دورانیہ کتنا ہے؟!! آپ کتنی دیر وہاں ٹھہر سکتے ہیں؟!! اللہ سبحانہ کی طرف سے مختلف اوقات پر کم سے کم دورانیے کی پابندی ہے زیادہ پر نہیں اگر ایک شخص گھنٹوں اس بارگاہ میں رہنا چاہتا ہے تو رہے اس کو کوئی وہاں سے نکالے گا نہیں۔ یہ وہ بارگاہ ہے جو نہ رات کے اندھیرے میں بند ہوتی ہے' نہ بارش و آندھی اس کی فیض رسانی میں رکاوٹ بن سکتی ہے' نہ گرمی اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ وضاحت کے لئے عرض ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ کم از کم حاضری ضروری ہے۔ دوپہر کو نماز ظہر و عصر کیلئے چار چار واجب رکعتوں کا دورانیہ لازمی ہے اس سے زیادہ کوئی اس بارگاہ

میں رہنا چاہے تو لاتعداد نفلی رکعتوں کا دورانیہ ہے۔ سرِشام مغرب کی تین واجب رکعتوں کا دورانیہ اور چار سنتی رکعتوں کا دورانیہ' اس کے بعد پھر نفلی دو دو رکعتوں کا لامحدود دورانیہ' پھر رات کو نماز عشاء کی چار واجب رکعتوں کا دورانیہ' اس کے بعد ایک سنتی رکعت نماز وتر کا دورانیہ' پھر پچھلی رات گیارہ سنتی رکعتوں پر مشتمل نماز تہجد کا دورانیہ اور ساتھ ہی فجر طلوع ہونے پر پہلے دو سنتی رکعتوں کا دورانیہ' پھر دو واجب رکعتوں کا دورانیہ' غرضیکہ اس کے بعد بھی کوئی اس بارگاہ سے مزید فیضیاب ہونا چاہتا ہے بشرطیکہ کوئی اور اہم کام رکتا نہ ہو تو اللہ سبحانہ یا اس کے فرشتوں کی طرف سے کبھی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی بلکہ زبردست سراہا جاتا ہے۔

ذہن پر تھوڑا سا زور اور ڈالیں تو مزید وضاحت ہوتی ہے کہ نماز کے ذریعہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔

یہاں پر یہ بتانا ضروری ہے کہ مسجد' جامع مسجد' مسجد نبوی یا مسجد حرام جیسے مقامات مقدسہ پر جا کر نماز پڑھنے کی شرعی

تاکید یا لزوم ایک الگ نکته نگاہ سے ضروری سمجھا گیا ہے جس کا بیان یہاں غیر متعلق ہو گا کیونکہ ہم یہاں صرف "نماز" پر بحث کر رہے ہیں۔ نماز کی مختلف حالتیں اور مقامات ان سے آگے آئیں گے۔

انسان گھر پر، دوکان پر، دفتر میں، پارک میں، سکول کالج میں غرضیکہ جہاں اس کے لئے آسان ہو وہیں سے بارگاہ الٰہی میں داخل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کھڑے ہو کر، لیٹ کر، دائیں یا بائیں کروٹ، جس طرح بھی مادی اور جسمانی طور پر وہ اس مقدس محفل میں جا سکتا ہے اس کو اجازت ہے۔ یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ انسان کی کیفیات بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی بچپن، جوانی اور کبھی بڑھاپا، اس طرح صحت و بیماری، عجلت یا اطمینان، سفر یا حضر اور خوشحالی و پریشانی غرضیکہ ان تمام کیفیات کی وجہ سے انسان بعض اوقات تمام تقاضے پورے نہیں کر پاتا جو نماز کے لئے ضروری ہیں۔ صرف ایک مثال سے اپنے مافی الضمیر کو واضح کرتا ہوں: فرض کریں کہ ایک آدمی بہت ضعیف العمر ہو چکا ہے حتیٰ کہ اپنے بول و براز کے روکنے اور صاف

کرنے کی قوت بھی نہیں رکھتا تو اس کے لئے حتی المقدور پاکیزگی کافی ہو گی ضروری نہیں کہ ایک صحتمند کی طرح وہ مکمل جسم کو پاک و طاہر کرے اور اپنے پورے لباس کو پاک رکھے۔

مسلمان کے چوتھے امام ابوالحسن حضرت علی زین العابدینؑ اپنی بعض رات کی نمازوں میں یوں عرض کیا کرتے تھے :

سَیِّدِیْ وَ مَوْلَایَ غَلَّقَتِ الْمُلُوْکُ اَبْوَابَهَا وَ اَقَامَتْ عَلَیْهَا حُرَّاسَهَا وَحُجَّابَهَا وَقَدْ خَلٰی کُلُّ حَبِیْبٍ بِحَبِیْبِهٖ وَبَابُکَ مَفْتُوْحٌ لِلسَّآئِلِیْنَ.

میرے آقا! میرے مالک! تمام بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر کے چوبدار کھڑے کردیئے ہیں (تاکہ کوئی ضرورت مند مخل نہ ہو) اور اپنے چہیتے ساتھی کے ساتھ تنہائی میں چلے گئے ہیں صرف ایک تیرا دروازہ ایسا ہے جو حاجتمندوں کی فریاد رسی کیلئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

(بحر المحبۃ' تصنیف امام غزالی)

حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مناجات بتلا رہی ہے کہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ سے فیض یاب ہونے کے لامتناہی مواقع ہیں۔ یہ انسان کی اپنی ہمت و کوشش ہے کہ کتنا استفادہ کرتا ہے۔

یہ بیان تو تھا وسعتِ وقت اور ظرف کے اعتبار سے اس کے علاوہ نماز کے ذیل میں اللہ سبحانہ سے مانگنے کو بہت پسند کیا گیا ہے۔ جتنا انسان اللہ سبحانہ سے مانگتا ہے اور اس فیض رساں بارگاہ سے کسبِ فیض کی گزارشات کرتا ہے اتنا ہی اللہ سبحانہ کی خوشنودی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ دنیاوی مرادیں بھی پاتا ہے اور اُخروی درجات بھی بلند سے بلند تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ چاہے ''مقدماتِ نماز'' ہوں جیسے وضو اور غسل وغیرہ چاہے ''تعقیباتِ نماز'' ہوں جیسے تسبیح حضرت سیدہ کونین جناب زہراء علیہا الصلوٰۃ و السلام ہر ایک عمل بجا لاتے ہوئے دعائیں کرنا مستجب فعل گردانا جاتا ہے۔ گویا کہ نماز وہ فعل ہے جو انسان کو اللہ سبحانہ کی بارگاہ سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

محترم قاری!

اب میں آپ کو باقاعدہ ترتیب کے ساتھ وہ دعائیں بتاؤں گا جو ابتدائے نماز سے لے کر اختتام تک خود اللہ سبحانہ کی طرف سے تعلیم کی گئی ہیں تاکہ لوگ ان دعاؤں کا ورد کریں

اور فیض یاب ہوں۔

نماز ادا کرنے کیلئے جب انسان اٹھتا ہے تو سب سے پہلے جو کام کرتا ہے وہ طہارت ہے۔ طہارت کیلئے انسان کو بیت الخلا یا اگر جنگل وصحرا میں ہے تو تنہائی میں جانا پڑتا ہے بہرحال کہیں بھی ہو جب وہ طہارت کیلئے جانے لگے تو مندرجہ ذیل دعا پڑھنا مستحب ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

اللہ سبحانہ کا نام لے کر اسی کی دی ہوئی طاقت سے میں یہ کام کرنے جا رہا ہوں۔ میں گھٹیا' کمینے' گندے' برائی سکھانے والے راندۂ درگاہ شیطان سے اللہ سبحانہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

جب حاجت کیلئے بیٹھ جائے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْنِىْ طَيِّبًا فِىْ عَافِيَةٍ وَّ اَخْرِجْهُ مِنِّىْ خَبِيْثًا فِىْ عَافِيَةٍ.

پروردگارا! مجھے پاک و پاکیزہ غذا اور صحت و سلامتی کیساتھ غیر ضروری زائد مواد کے انخلاء کی صلاحیت عطا فرما!

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

جب حاجت سے فارغ ہو جائے اور استنجاء کرنے لگے

تو یہ دعا مانگے :

اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَاَعِفَّهٗ وَاسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَحَرِّمْنِیْ عَلَی النَّارِ.

پروردگارا! مجھے عفت و پاکدامنی عطا فرما میری پردہ پوشی کر اور جہنم کی آگ سے مجھے محفوظ رکھ!

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

جب فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر آجائے تو یہ دعا پڑھے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَرَّفَنِیْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰی فِیْ جَسَدِیْ قُوَّتَهٗ وَ اَخْرَجَ عَنِّیْ اَذَاهُ یَالَهَا نِعْمَةً یَالَهَا نِعْمَةً یَالَهَا نِعْمَةً لَا یَقْدِرُ الْقَادِرُوْنَ قَدْرَهَا.

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے غذا کی لذت کا شعور عطا فرمایا' میرے جسم میں اس کی توانائی کو باقی رکھا اور اس کے مضر اجزاء کو میرے جسم سے خارج کیا واہ' کیا نعمت ہے! یہ کیا نعمت ہے! یہ کیا نعمت ہے! دنیا کا طاقتور سے طاقتور انسان یہ کام نہیں کر سکتا!

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

طہارت کے بعد وضو کا مرحلہ ہے۔ وضو کرنے کیلئے دریا' نہر' چشمے یا واشنگ بیسن کے قریب آئے ٹونٹی کھولے جب پانی پر نظر پڑے تو یہ پڑھے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَآءَ طَهُوْرًا وَّلَمْ یَجْعَلْهُ نَجِسًا.

سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے پانی کو پاک کرنے والا بنایا۔

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

جب ہاتھوں کو دھونے لگے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.

اللہ کے نام اور اللہ ہی کی دی ہوئی طاقت سے میں وضو شروع کرتا ہوں۔ پروردگارا مجھے توبہ کرنیوالوں اور پاک صاف رہنے والوں میں شمار فرما!

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

اس کے بعد کلی کرتے ہوئے یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّتِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ وَاَطْلِقْ لِسَانِیْ بِذِکْرِکَ.

پروردگارا! روز قیامت مجھے میرے امامؑ کی زیارت نصیب فرما اور میری زبان کو اپنے مقدس ذکر کی توفیق عطا فرما۔

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

اس کے بعد جب ناک میں پانی چڑھانے لگے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُحَرِّمْ عَلَیَّ رِیْحَ الْجَنَّۃِ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَشُمُّ رِیْحَھَا وَرَوْحَھَا وَطِیْبَھَا.

پروردگارا! مجھ پر جنت کی خوشبو ممنوع قرار نہ دے بلکہ مجھے ان لوگوں میں شمار فرما جو جنت کی مہک' آسائشوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہونگے!

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

جب چہرے پر پانی ڈالنے لگے تو یہ دعا پڑھے :

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ فِیْهِ الْوُجُوْهُ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ فِیْهِ الْوُجُوْهُ.

پروردگارا! جس دن چہرے سیاہ ہو رہے ہوں گے اس دن میرا چہرہ نورانی رکھنا اور ہرگز اسے سیاہ نہ ہونے دینا۔

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

اس کے بعد داہنی کہنی پر پانی ڈالنے لگے تو عرض کرے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَالْخُلْدَ فِی الْجِنَانِ بِیَسَارِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا.

پروردگارا! روز قیامت میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دیجیو ہمیشہ ہمیشہ جنت میری بائیں جانب رکھیو اور میرا حساب بڑا آسان لیجیو!

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

بائیں کہنی پر پانی ڈالتے ہوئے یہ دعا کرے :

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ وَلَا تَجْعَلْھَا مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ مُّقَطَّعَاتِ النِّیْرَانِ.

پروردگارا! روز قیامت میرا نامہ اعمال ہرگز میرے بائیں ہاتھ نہ دیجیو اور نہ ہی پس پشت سے اور نہ ہی اسے میرے گلے کا طوق بنائیو! اس دن میں جھلسا دینے والے آگ کے شعلوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(وسائل الشیعہ' باب طہارۃ)

سر کا مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَعَفْوِکَ.	پروردگارا! اپنی رحمتوں، بخششوں اور برکتوں سے مجھے ڈھانپ دے۔

(وسائل الشیعہ، باب طہارۃ)

آخر میں دونوں پاؤں کا مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزُوْلُ فِیْہِ الْاَقْدَامُ وَاجْعَلْ سَعْیِیْ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ.	پروردگارا! قیامت کے دن جب لوگوں کے پاؤں پل صراط سے پھسل پھسل جائیں گے اور وہ جہنم میں گرتے ہوں گے میرے پاؤں کو استقامت عطا فرمانا اور اے رب ذوالجلال و الاکرام مجھے ان اعمال بجا لانے کی توفیق دے جن سے تو راضی ہوتا ہے۔

(وسائل الشیعہ، باب طہارۃ)

محترم قاری!

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نماز سے پہلے صرف ایک فعل یعنی وضو کرتے ہوئے نمازی نے اللہ سبحانہ سے کتنے فیوض و برکات اور درجات حاصل کر لئے اسی طرح مصلیٰ پر کھڑے ہوتے ہوئے، مسجد کی طرف جاتے ہوئے، مسجد میں داخل ہوتے ہوئے، اذاں ختم کرتے ہوئے، اقامت کہتے ہوئے وغیرہ

نہ معلوم نمازی دنیا و آخرت کی کتنی دولت لوٹ لیتا ہے۔ ہم نے اختصار کے لئے آگے سلسلہ روک دیا ہے اور قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وضو کے بعد کے افعال کیلئے دعائیں دیگر کتابوں سے پڑھ لیں اور ہمارے تحریر کردہ حقائق کا اندازہ کرلیں۔

نمازی کی حد پرواز

اللہ سبحانہ کے فیض و برکات کے حصول کے سلسلے میں ایک اور اہم جہت بھی ہے اور وہ یہ: حضرت ختم مرتبت نے فرمایا:

اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ. نماز مومن کی معراج ہے۔

(مشہور متفق علیہ حدیث شریف)

''معراج'' سے کیا مراد ہے؟ معراج سے مراد وہ منفرد معجزہ ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کسی نبیؑ اور رسولؑ کو نہیں ملا یہ صرف ہمارے نبی حضرت رسول اکرمؐ کا مقام ہے کہ اللہ سبحانہ نے آپؐ کی میزبانی اس اعلیٰ اور ارفع مقام پر فرمائی جہاں کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب نہ پہنچ سکا حتیٰ کہ جبرائیل امینؑ جس کا کام ہی پیغام لے کر رسولوں تک پہنچانا ہے سدرۃ المنتھیٰ سے آگے نہ جا سکا حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا بھی کہ جبرائیل تم میرے ہمرکاب ہو آگے کیوں نہیں آتے تو اس نے بقول ایک ایرانی شاعر کے عرض کیا:

سرمو اگر من جلوتر روم
فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی جبرائیلؑ کے پر جہاں جل رہے تھے

یہ نعلین پہنے والے وہاں چل رہے تھے

آپ تو اس مقام سے بھی کہیں اوپر تشریف لے گئے

اتنا اوپر کہ خود اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. آپؐ کا اور حریم قدس کا فاصلہ دو کمانوں کے درمیان کے فاصلے سے بھی کم رہ گیا۔

(سورۃ النجم نمبر 10)

اس رفعت عظمیٰ کا نام ''معراج'' ہے پس اگر عام مسلمان چاہے کہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں انتہائی بلندی و قربت حاصل کرے تو اس کا واحد ذریعہ ''نماز'' ہے۔ حالت نماز میں آدمی انتہائی تخلئے میں اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اب یہ اس کے درجۂ ایمان کا تقاضا ہوتا ہے کہ چاہے اپنے مالک و خالق سے راز و نیاز کر لے یا خدانخواستہ اس نادر موقع کو ضائع کر بیٹھے۔ گویا کہ نماز وہ فعل ہے جو ایک ادنیٰ سے آلودہ اور پست انسان کو چند لمحات میں عرش معلی کی بلندیوں پر لے جاتا ہے۔ کیا یہ حقیقی معنی میں ایک آدمی کی ''معراج'' نہیں ہے؟ مزید برآں بندہ ایک مرتبہ کہتا

ہے ''یا اللہ'' تو اللہ سبحانہ دس مرتبہ کہتا ہے:

لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ. میرے بندے! میں تیری فریاد رسی کو موجود ہوں۔

آقا و غلام کے اس درجہ رابطہ کی مثال کیا کہیں اور ملتی ہے؟ آج کی سائنسی ترقی یافتہ دنیا جہاں ای میل سمیت کتنے ہی برق رفتار مواصلاتی ذریعے ایجاد ہو چکے ہیں مگر ان ذریعوں میں کوئی بھی انسان کو اتنی تیزی سے اتنا بلند نہیں پہنچا سکتا جتنا نماز؛ جو صرف ایک تکبیر کہنے سے انسان کو فرش سے عرش تک لیجاتی ہے۔ کہاں یہ گنہگار انسان کہاں وہ ذات مقدس بقول سید مہر علی شاہ صاحبؒ:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

نماز ہی انسان کو مکان و معیار کے لحاظ سے رفعت و بلندی عطا کرتی ہے کہ پل بھر میں گنہگار انسان حرم مقدس میں پہنچ جاتا ہے جہاں فرشتوں جیسے معصوم افراد کی جگہ ہے۔ بیشک ''الصلوٰۃ معراج المومنین''۔

نماز کا ھدف

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز پڑھنی چاہئے مگر یہ کیا ضروری ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک ہی وقت مقررہ ہو بلکہ اگر اتنی آزادی ہو کہ جب فرصت ملے آدمی نماز پڑھ لے کسی کو رات کو فرصت ہے تو وہ رات کو پڑھ لے کسی کو صبح فرصت ہے تو وہ اس وقت پڑھ لے۔ اسی طرح یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ دن رات میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالٰی کی نماز ہی پڑھنی ہے ناں! چوبیس گھنٹوں میں ایک ہی دفعہ کافی ہے! اسی طرح بعض لوگ رکعتوں کی تعداد پر بھی معترض ہوتے ہیں۔ وضوؔ غسلؔ تیمّم اور روبہ قبلہ اور دیگر شرائط پر اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ ان کی پابندی کیوں لازمی قرار دی گئی ہے۔ بندہ اور اللہ کا معاملہ ہر کوئی جس طرح چاہے جہاں چاہے نماز ادا کر سکتا ہے!!

یہ تمام سوالات بے خبری اور نماز کے بارے میں معلومات کی کمی کا نتیجہ ہیں۔ لوگ نماز کو صرف ''نماز برائے

نماز“ سمجھتے ہیں نماز سے کوئی نتیجہ نہیں لینا چاہتے نماز کو کسی اگلی منزل کا ذریعہ نہیں جانتے نماز کو اللہ سبحانہ کے حرم قدس تک رسائی کا وسیلہ نہیں مانتے جبکہ حقیقت بالکل برعکس ہے۔ دین مقدس اسلام میں نماز کیا ہر کام کسی نہ کسی اعلیٰ مقصد کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ.	بیشک نماز فحاشی اور ممنوع امور سے روکتی ہے۔

(سورہ عنکبوت، نمبر45)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝	اے ایمان والو! تم پر روزے اس طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح پہلی امتوں پر تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

(سورہ بقرہ، نمبر45)

رسول اکرمؐ کی پیاری بیٹی جناب فاطمۃ الزہراءؑ مسجد نبوی میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دنوں میں خطبہ دیتے ہوئے

تمام فروعات کی علت غائی بیان فرماتی ہیں :

جَعَلَ اللّٰهُ :	اللہ سبحانہ نے واجب کی:
(1) الصَّلٰوۃَ تَنْزِیْهًا لَّکُمْ عَنِ الْکِبْرِ.	نماز تاکہ اسکے بندے عجب و تکبر سے نجات پاسکیں۔
(2) وَالزَّکَاۃَ تَزْکِیَةً لِّلنَّفْسِ وَنَمَاءً فِی الرِّزْقِ.	زکوٰۃ تاکہ اپنی تربیت کرسکیں اور وسائل میں اضافہ کرسکیں۔
(3) وَالصِّیَامَ تَثْبِیْتًا لِّلاِخْلَاصِ.	روزہ تاکہ عبادت میں خلوص پیدا کرسکیں۔
(4) وَالْحَجَّ تَشْدِیْدًا لِّلدِّیْنِ.	حج تاکہ دین مقدس اسلام میں قوت پیدا ہوسکے۔
(5) وَالْعَدْلَ تَنْسِیْقًا لِّلْقُلُوْبِ.	عدل و انصاف تاکہ لوگ پرامن و سکون رہ سکیں۔
(6) وَطَاعَتَنَا نِظَامًا لِّلْمِلَّةِ.	آل محمدؐ کی اطاعت تاکہ قوم میں نظم و ضبط رہ سکے۔
(7) وَاِمَامَتَنَا اَمَانًا مِّنَ الْفُرْقَةِ.	آل محمدؐ کی قیادت تاکہ تفرقہ بازی کا رجحان ختم ہوسکے۔
(8) وَالْجِهَادَ عِزًّا لِّلْاِسْلَامِ.	جہاد تاکہ دین مقدس اسلام کا عالم میں غلبہ ہوسکے۔

(9) الصَّبْرَ مَعُوْنَةً عَلٰى اِسْتِيْجَابِ الْاَجْرِ.

صبر و تحمل' تاکہ اجرت و بدلے کے تعین میں مدد مل سکے۔

(10) وَالْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مَصْلَحَةً لِّلْعَامَّةِ.

اچھے کاموں کی ریت ڈالنا' تاکہ عوام الناس کا بھلا ہوسکے۔

(11) وَبِرَّ الْوَالِدَيْنِ وِقَايَةً مِّنَ السَّخَطِ.

والدین سے نیکی' تاکہ اللہ سبحانہ کی ناراضگی سے بچا جاسکے۔

آپ نے پڑھا ، دین مقدس نے ہر فعل کا ایک ہدف و منزل مقرر کر رکھی ہے۔ کوئی فعل برائے فعل نہیں ہے۔ پس جب یہ بات ہے تو پھر ہر فعل کے تقاضے اور ضوابط کا تعین بھی کرنا ہو گا جو حصول مقصد کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ دنیاوی کاموں میں بھی یہ کلیہ عمل میں لایا جاتا ہے۔ ورزش کرنا' دوائی کھانا' سیر کرنا' کالج جانا' دفتر جانا' دوکان پر بیٹھنا' کارخانہ لگانا ان میں کوئی کام بھی برائے کام نہیں بلکہ علی الترتیب برائے صحت' زندگی' ہشاشت' تعلیم' منافع اور پیداوار ہے۔ چنانچہ مذکورہ

بالا تمام افعال کیلئے قواعد و ضوابط' اوقات اور طریقہ کار معین کیے جاتے ہیں۔ دوائی کیلئے ضروری ہے کہ پوری وضاحت ہو کہ گولی لینی ہے یا کیپسول' شربت یا ٹیکہ' کھانے سے پہلے یا بعد' پانی کے ساتھ یا کسی اور مشروب کے ساتھ' دن میں کتنی مرتبہ' رات میں کتنی مرتبہ' برابر کتنی مدت لینی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام ضوابط کا تعین مریض نہیں کرتا بلکہ ڈاکٹر یا معالج کرتا ہے جس کی خلاف ورزی سے ڈاکٹر کو کوئی خطرہ نہیں ہوا کرتا بلکہ سراسر مریض ہی کا نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسرے افعال کے قواعد بھی مقرر کیے جاتے ہیں۔ اسی کلیے کے مطابق دین مقدس کے ہر ایک ایک فعل کی تمام جزئیات اللہ سبحانہ نے خود معین کی ہیں۔ یہ افعال عبادات سے متعلق ہوں یا سیاست سے' تعلیم و تربیت سے متعلق ہوں یا کسب معاش سے وغیرہ۔ یہی صورت نماز کے معاملہ میں بھی نظر آتی ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ — بیشک مومنین کیلئے نماز وقت معین پر واجب کی گئی ہے۔

(سورۂ نساء' نمبر 103)

یہ اللہ سبحانہ جانتا ہے کہ شب و روز میں کتنی مرتبہ نماز پڑھ کر انسان مطلوبہ مقاصد حاصل کر سکتا ہے۔ نماز کا ایک مقصد تو اوپر بیان کی جانے والی پہلی آیہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ ''فحاشی و دیگر ممنوع افعال'' سے روکتی ہے۔ دوسرا مقصد اللہ سبحانہ کے حریم قدس کے قریب ہونا ہے۔ ہر نماز پڑھنے والا یہی نیت کرتا ہے ''قربۃً الی اللہ'' یعنی ''نماز پڑھتا ہوں تاکہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ قدس میں باریابی ہو جائے'' اب کسی شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھ کر یہ گوہر مراد ہاتھ آتا ہے۔ اللہ سبحانہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا البتہ اسلامی احکام میں تایا گیا ہے کہ کم از کم شب و روز میں پانچ مرتبہ نماز پڑھ کر ہر شخص اللہ سبحانہ کی بارگاہ کرم سے دوری ختم کر سکتا ہے اور پاک صاف ہو کر اس اعلیٰ بارگاہ میں جانے کے لائق ہو سکتا ہے۔

خود حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں بھی یہ سوال کیا گیا تھا کہ ''یا رسول اللہؐ کیا وجہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیا دن رات میں کسی ایک

وقت میں نماز پڑھ لینا کافی نہیں؟" تو آپؐ نے فرمایا: "تم خود ہی بتاؤ کہ زمین پر چلنے پھرنے والے آدمی کو صاف ستھرا رہنے، گرد و غبار اور آلودگی سے بچاؤ کیلئے کیا یہ بہتر ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک مرتبہ نہا دھو لیا کرے یا دو چار مرتبہ مختلف اوقات میں نہا دھو لیا کرے۔" سائل نے جھٹ کہا کہ "دو چار مرتبہ نہا دھو لینے سے وہ برابر اجلا رہے گا جبکہ صرف ایک مرتبہ نہانے سے وہ ستھرا کم اور آلودہ زیادہ رہے گا۔" آپؐ نے فرمایا: "پس انسان چوبیس گھنٹوں میں گناہ، غفلت، اللہ سبحانہ سے دوری، اُخروی زندگی سے بے خبری اور خواہشات نفسانی کے گردو غبار اور آلودگی سے برابر اَٹا رہتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے نجات اور چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے دن رات میں کم از کم پانچ مرتبہ مختلف اوقات پر اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں حاضری کا غسل دیا جائے تاکہ نتیجتاً اجلا رہ سکے۔ اسی طرح نماز کی باقی تفصیلات کی ضرورت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنا اس کا چوبیس گھنٹوں میں کم از کم پانچ مرتبہ ادا کرنا۔

محترم قاری!

دین مقدس اسلام نے اپنے پیروکاروں کیلئے وہ آسانیاں پیدا کی ہیں کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک عام مسلمان کو دین کا علم حاصل کرنے کیلئے کوئی خاص تردّد کرنے کی ضرورت نہیں اگر وہ اپنی شرعی ذمہ داریاں باقاعدگی اور دین اسلام کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے تو خود بخود کئی علوم اس کو ازبر ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم معلومات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

پاکیزگی اور صفائی ستھرائی

جب باقاعدہ نماز پڑھنے والا ایک مسلمان یہ بات سنتا ہے کہ نماز کو بارگاہ رب العزت میں قابل قبول بنانے کیلئے ضروری ہے کہ نمازی کا جسم، لباس اور روح پاک ہونا ضروری ہے۔ مزید براں جس جگہ اور ماحول میں نماز ادا کی جا رہی ہے اس کی پاکیزگی بھی لازمی ہے تو لامحالہ وہ ان تقاضوں کو پورا کرنے کی ازبس کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ:

☆ پاکیزگی کیسے حاصل کی جاتی ہے؟

☆ ایک دفعہ پاک ہونے کے بعد زائل کیونکر ہوتی ہے؟

☆ کونسی اشیاء یا افعال پاکیزگی کو گندگی میں بدل دیتے ہیں؟

☆ اور پھر پاک کیسے ہوا جاتا ہے؟

گویا کہ تمام نجاسات یعنی گندگیاں جن سے اس کا جسم یا لباس نجس یا گندہ ہوتا ہے اس کے علم میں آجاتی ہیں پھر

اپنے بدن سے نکلنے والی گندگیاں کیسے دور کی جاتی ہیں؟ یا باہر سے لگنے والی گندگیاں کیسے دور کی جاتی ہیں؟ مختلف قسم کے لباس کیسے پاک کئے جاتے ہیں؟ روح کی پاکیزگی کیلئے وضو' غسل' تیمّم کے لازمی جزئیات کیا کیا ہیں؟ ان کی صحت کے تقاضے کیا ہیں؟ کنوارے لڑکے لڑکیاں اور شادی شدہ جوڑوں کی پاکیزگی و نجاست کی کیفیات میں کیا فرق ہے؟ صحت مند افراد اور بیمار افراد کی پاکیزگی و طہارت میں کیا فرق ہے؟ اسی طرح جوان اور ضعیف العمر افراد کی ذمہ داریوں میں کیا فرق ہے؟ خواتین کی مختلف حالتوں یعنی زچگی و شیرخواری کے زمانے میں ان کی پاکیزگی کا معیار کیا ہے؟ علاوہ ازیں اگر نمازی مسجد میں جاکر نماز ادا کرتا ہے تو اس کے لئے کس تردّد کی ضرورت ہے؟ مادی طہارت کے بعد معنوی طہارت یعنی نمازی کے بدن پر کوئی کپڑا حرام یعنی چوری شدہ' غصب شدہ یا ممنوع کاروبار کی آمدن سے حاصل کیا ہوا تو نہیں ہے؟ اسی طرح اس کا مصلیٰ' کمرہ یا تخت جس پر وہ نماز پڑھ رہا ہے ہر طرح سے اس کے لئے حلال اور مباح ہے۔

غرضیکہ یہ تمام کچھ جاننے کیلئے ایک بحر معلومات میں غوطہ زن ہونے کی ضرورت ہے جس کے بغیر اس کی نماز قانونی طور پر قابل قبول نہیں ہو گی۔

محترم قاری!

آپ نے ملاحظہ کیا کہ محض نماز کی صحیح ادائیگی کیلئے نمازی کے علم میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ مسجد حرام مسجد نبوی اور کربلا و نجفِ اشرف جیسے عرش پایہ مقامات مقدسہ پر اگر قسمت لے جائے تو پاکیزگی کا جو معیار اور درجہ ان کے شایان شان ہے اس کا عرفان مزید وسیع معلومات کا سبب بنتا ہے۔

ادب اور لغت قرآنی

یوں تو ہر زبان اللہ سبحانہ ہی کی طرف سے ہے اور وہ ہر زبان میں بندے کی فریاد کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ سے پہلے لوگ مختلف زبانوں میں اللہ سبحانہ کی عبادت کرتے رہے ہیں۔ اس سے راز و نیاز کرتے رہے ہیں اور اس سے دعائیں مانگتے رہے ہیں۔ قرآن مجید سے پہلے کی کتابیں بھی مختلف زبانوں میں نازل ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً تورات و انجیل وغیرہ۔ علاوہ ازیں اللہ سبحانہ اپنے نمائندوں کو ان کے عہد کی مروجہ زبان کے علاوہ جو زبان بھی چاہے سکھا سکتا ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کو روزمرہ کی زبان کے علاوہ پرندوں کی زبان بھی آتی تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ.	اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے انہوں نے اعلان کیا ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے۔

(سورہ نمل، نمبر 14)

اس سب کچھ کے باوجود اللہ سبحانہ نے اپنے آخری پیغمبرؐ

کو جس زبان والوں میں مبعوث برسالت فرمایا اور رہتی دنیا تک رہنے والے اپنے کلام کو جس زبان میں نازل فرمایا وہ ''عربی'' ہے۔ صرف اس بنیاد پر ہم عربی کو اللہ سبحانہ اور اسکے رسول مقبولؐ کی زبان کہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ سبحانہ کا حکم ہے کہ نماز اس زبان میں ادا کرو جو زبان اللہ سبحانہ اور اس کے پاک رسولؐ کی ہے۔ یہ حقیقت ایک زمانہ جانتا ہے کہ زبان سے مراد صرف الفاظ کو دہرانا نہیں ہے بلکہ لہجۂ ادائیگی اور جملہ بندی کا شعور جب تک نہ آئے زبان نہیں کہلا سکتی۔ اس پر طرہ یہ کہ نماز کی جان قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی تلاوت ہے لہٰذا ایک مخلص نمازی کیلئے اشد ضروری ہے کہ قرأتِ قرآن مجید کا شعور پیدا کرے تاکہ اس کی نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی حد تک کوئی نقص نہ رہے۔

حضرت رسول اکرمؐ فرماتے ہیں :

اِقْرَاءُ والْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِہَا.	قرآن مجید عربوں کے لب و لہجہ میں پڑھئے۔

(متفق علیہ)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ص) رُبَّ تَالٍ اَلِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ یَلْعَنُہٗ.

حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے تئیں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے مگر قرآن مجید اس پر لعنت بھیجتا ہے۔

(متفق علیہ)

ان احادیث مبارکہ کا میں نے اس لئے ذکر کر دیا تاکہ باشعور مسلمان تلاوت قرآن مجید کی صحت کی اہمیت کو جان لیں۔

اس بنیاد پر ایک نمازی تلاوت قرآن مجید کی تعلیم کے بغیر نماز پڑھ ہی نہیں سکتا پس نماز ذریعہ حصول تعلیم قرآن ہو گئی۔ علاوہ ازیں نماز پڑھنے کیلئے چند سورتیں یاد تو کرنا ہوں گی۔ اس سے قرآن مجید خواہ مخواہ یاد ہو گیا۔ پھر نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین، نمازِ تہجد، نمازِ غفیلہ، نمازِ وحشت قبر، نمازِ اول ماہ، نمازِ روزہ عاشورہ، نمازِ شب معراج و شب برأت وغیرہ پڑھنے والا اچھا خاصا حافظ قرآن بن جاتا ہے کیونکہ ان نمازوں میں پڑھنے کیلئے الگ الگ سورتیں ہیں جن کو یاد کئے بغیر یہ نمازیں ادا ہو ہی نہیں سکتیں۔ اس سے آگے بڑھیں تو نماز میں قرآنی سورتوں کے علاوہ اور بہت کچھ پڑھنا پڑھتا ہے وہ بھی عربی زبان ہی میں

ہے۔ اس کی صحیح ادائیگی بھی سیکھنا ہو گی۔ جیسے اذان، اقامت، دعائے قنوت، ذکر رکوع، ذکر سجود، تشہد اور سلام وغیرہ۔ تو بس بھئی ایک صحیح نمازی نہ صرف قرآن مجید پڑھنا سیکھ لیتا ہے بلکہ عربی زبان کے دیگر بیشمار الفاظ و جملات بولنا سیکھ جاتا ہے گویا کہ اسے بہت حد تک وہ زبان آگئی جو اس کے خدا اور رسولؐ کی ہے اور یہ سب کچھ اس کے ایک دینی و مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے ضمن میں ہو گیا اور الگ سے کوئی کاوش نہیں کرنا پڑی۔

محترم قاری!

اور آگے بڑھتے ہیں۔ ایک نمازی جب ایک مدت نماز پڑھتا رہتا ہے نماز میں قرآن مجید کی تلاوت اور دیگر عربی زبان کے جملات ادا کرتا رہتا ہے تو پھر ان آیات قرآنی اور دوسروں جملوں کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتا ہے تاکہ اسے پتا چل سکے کہ اپنے خدا سے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس مقصد کیلئے آیات قرآنی اور نماز کے دیگر جملات کا ترجمہ سیکھتا ہے۔ ترجمہ کے بعد تفسیر پر غور کرتا ہے۔ آیات و جملات نماز

اور تسبیحات و اذکارِ نماز کے معارف و مطالب پر غور کرتا ہے۔ اس طرح ایک طرف اس میں عربی زبان کا ذوقِ سلیم پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف اللہ سبحانہٗ سے خلوت کی معرفت، گویا کہ ''ہم خرما ہم ثواب'' کا مصداق بن جاتا ہے۔ یوں وہ سورۃ ذاریات کی آیت نمبر 56 کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔ جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝	میں نے جن و انس کو صرف اور صرف عبادت کیلئے ہی تو پیدا کیا ہے۔

(الذریات' نمبر 56)

مفسرین نے ''لِیَعْبُدُوْنَ'' کا مطلب ''لِیَعْرِفُوْنَ'' لیا ہے یعنی اللہ سبحانہٗ نے انسان کو علم و معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔

پس ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ علم و معرفت پیدا کرے اور یہ عمل نماز کے ذریعہ بہت جلد اور بہت بہتر طریقے سے انجام پاتا ہے۔

علم ہیئت و جغرافیہ

یہ بات صرف ہمارے دین مبین کا طرۂ امتیاز ہے کہ مذہبی طور پر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اپنے بعض مذہبی فرائض کی بجا آوری کیلئے علم ہیئت اور علم جغرافیہ کی ضروری معلومات حاصل کرے۔ نماز' روزہ' حج اور جہاد کیلئے ان علوم کی معلومات بہت ضروری ہیں۔ حج کے ذیل میں مکہ مکرمہ کو جانے والے راستے' موسمی تغیرات اور سمتوں کے تعین کا تعلق ان علوم سے ہے۔ اسی طرح جہاد کے سلسلے میں بھی انہی علوم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ روزہ کیلئے اوقات سحر و افطار اور رویت ہلال کے لئے ان علوم کا سیکھنا ضروری ہے۔ ذیل میں ہم نماز کے سلسلے میں ان علوم کی ضرورت پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

نمازی کیلئے سب سے پہلے اوقات نماز کے تعین کا مرحلہ آتا ہے۔ اگرچہ آج کی سائنسی دنیا میں گھڑیاں عام دستیاب ہیں مگر دین مقدس اسلام اپنے پیروں کو کسی آلے کا دست نگر نہیں بناتا۔ یہ دین تمام ادوار اور تمام آفاق کیلئے ہے اس لئے

عین ممکن ہے کہ کسی جگہ پر ابھی تک گھڑیاں دستیاب نہ ہوں یا خدانخواستہ کسی ناگہانی آفت سے انسان پر ایسا وقت آجائے کہ ایک بار پھر گھڑیوں سے محروم ہو جائے تو پھر وہ کیا کرے؟ جیسے کہ آجکل جن سکولوں میں بچوں کو کے جی اور اوّل و دوم کلاسز سے ہی کیلکولیٹر اور کمپیوٹر وغیرہ کی تربیت دی جاتی ہے اور وہ معمولی سی جمع تفریق یا حساب کتاب کیلئے بھی ان آلات کے محتاج ہو جاتے ہیں اگر کسی وقت کیلکولیٹر نہ ملے یا اس کی بیٹری تلف یا ختم ہو جائے تو چنگا بھلا انسان ایک گدھے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح محض گھڑی بھی تو ہر جگہ کام نہیں دیتی مثلاً ایک جاپانی جب گھڑی پہنے ہوئے امریکہ جائے جب تک اسے علم ہیئت و جغرافیہ کے مطابق مقامی معیاری وقت کے تحت اپنی گھڑی کا تعین کرنا نہیں آئیگا وہ گھڑی رکھتے ہوئے بھی وقت کا تعین نہیں کر سکتا۔

ان مشکلات کے پیش نظر اللہ سبحانہ نے انسان کے ہر دور اور ہر جگہ کیلئے اوقات نماز کا تعین آلات کے تحت نہیں رکھا بلکہ آلات جن بنیادی امور کے تحت کام کرتے ہیں ان کی تعلیم

اپنے بندوں کو دی ہے تاکہ وہ ازخود اپنی ضرورت پوری کریں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے نمازوں کے اوقات زمین کی محوری گردش اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے دن رات اور ان کے مختلف حصوں کے حساب سے معین فرمائے ہیں۔ جن کا مشاہدہ ہر شخص چاہے ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا، بوڑھا ہو یا جوان خود کر سکتا ہے حتیٰ کہ مکمل طور پر صحت مند بھی نہ ہو تو بھی اس کے لئے ان امور کا ادراک کوئی مشکل نہیں ہے البتہ بالکل نابینا لوگوں کے لئے الگ سے معیار مقرر ہے جو ان کے حسب حال ہے۔

چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 78 میں ارشاد ہوتا ہے :

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ.	زوال آفتاب سے لے کر رات بھیگنے تک اور پو پھوٹنے پر نماز ادا کریں۔

(بنی اسرائیل: نمبر 78)

محترم قاری!

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اللہ سبحانہ نے دن کی پہلی نماز کا وقت زوال آفتاب (جب سورج اپنی بلندی پر پہنچ کر مغرب کو ڈھلنا شروع کرتا ہے) کے حساب سے مقرر کیا ہے یہ معیار نہایت سادہ، واضح

اور بدیہی ہے مسلمان زمین کے کسی گوشے میں بھی ہو اسکا تعین عام فطری طریقے سے کرسکتا ہے اور کسی سائنسی آلات کا سہارا لینے کی قطعاء کوئی ضرورت پیش نہیں آتی۔

نمازیں پنج ہیں مگر اوقات تین بتائے۔ جن کی تفصیل یوں ہے کہ زوال آفتاب سے لے کر غروب آفات تک دو نمازیں (نماز ظہر اور نماز عصر) اسی طرح غروب آفتاب سے لے کر آدھی رات تک بھی دو نمازیں (نماز مغرب اور نماز عشاء) صبح پو پھوٹتے ہی طلوع آفتاب تک پانچویں نماز یعنی نماز فجرٗ البتہ نماز عصر اور نماز عشاء کی فضیلت کا الگ سے تعین کر دیا گیا جس کا علم اس آیۃ مجید کی تفسیر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایک نمازی وقت پر نماز پڑھنے کیلئے ان امور پر غور کرے گا۔ دن رات' طلوع و غروب اور زوال و سحر کا باقاعدہ مشاہدہ کرے نگا' رات کو ستاروں کی کیفیت پر نظر رکھے گا خاص طور پر نماز تہجد پڑھنے والا مسلمان پچھلی رات کا مشاہدہ کیا کریگا۔ ان تمام امور کا تعلق چونکہ علم ہیئت سے ہے تو لازمی طور پر نمازی کا شغف و ذوق علم کی اس شاخ سے گہرا ہوتا جائیگا اور وہ چند سالوں میں اچھا

خاصا ہیئت دان بن جائیگا۔

اوقات نماز کے بعد ایک نمازی کیلئے دوسری اہم بات سمت قبلہ ہے۔ مسلمان زمین کے کسی حصے پر بھی موجود ہو وقت نماز اس کا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہونا چاہئے۔ یہ کڑی شرط مسلمانوں میں زمین پر مختلف سمتوں اور جہتوں کا شعور پیدا کرتی ہے۔ جس کا تعلق علم جغرافیہ سے ہے۔ جو لوگ خانہ کعبہ کے مشرق میں رہتے ہیں ان کی سمت قبلہ مغرب کی طرف ہے۔ جیسے مشرق اوسط و بعید کے اکثر ممالک مثلاً عراق' ایران' پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش وغیرہ اسی طرح جو لوگ نصف کرہ جنوبی میں بستے ہیں ان کی سمت قبلہ شمال کی جانب ہے جیسے جزائر بحر ہند' جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ' سال بھر میں مشرق و مغرب کا مطالعہ کرنے والے یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ گرمی میں مشرق یعنی سورج کے نکلنے کی جگہ اور ہے اور سردی میں اور' اسی طرح مغرب یعنی سورج کے ڈوبنے کی جگہ بھی شمالاً جنوباً بدلتی رہتی ہے۔ اس سے مشرق مغرب شمال اور جنوب چار سمتوں کے علاوہ چار اور سمتیں مسلمان کے علم میں آجاتی ہیں کہ

مشرق کے علاوہ، جنوب مشرق اور شمال مشرق بھی کوئی سمت ہے۔ اس طرح سمت خانہ کعبہ کے تعین میں جغرافیائی اعتبار سے آسانی رہتی ہے اور مسلمان علم جغرافیہ سے آشنا بھی ہو جاتا ہے۔

سمت قبلہ کا یہ تعین دن سے متعلق ہے اب رات کے وقت ایک مسلمان کیا کرے۔ اس کے لئے ایک ذریعہ تو چاند ہے مگر مہینہ بھر میں صرف چند راتوں میں ہی چاند مشرق سے نکلتا ہوا نظر آتا ہے باقی راتوں میں یا مغرب کی طرف نظر آتا ہے یا وسط آسمان پر اس لئے رات میں سمت قبلہ کا تعین ستاروں کی مدد سے بتایا گیا ہے۔ اللہ سبحانہٗ نے اپنے بندوں کی ضرورت کیلئے لاتعداد ستارے آسمان پر چمکا رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض ستارے یا ستاروں کے جھرمٹ ہمیشہ ایک ہی جگہ نظر آتے ہیں۔ مثلاً ''قطبی ستارہ''، ''دب اکبر'' اور ''دب اصغر'' وغیرہ۔

نصب کرہ شمالی کے وہ ممالک جو خانہ کعبہ کے مشرق کی طرف واقع ہیں جیسے عراق، ایران، افغانستان اور بھارت ان میں سمت قبلہ یہ ہے کہ نمازی اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا دایاں

شانہ قطبی ستارے کی طرف ہو جبکہ وہ ممالک جو خانہ کعبہ کے مغرب کی طرف واقع ہیں وہاں سمت قبلہ یہ ہے کہ نمازی کا بایاں شانہ قطبی ستارے کی طرف ہو۔ البتہ جوں جوں نمازی کا علاقہ شمال کی طرف بڑھے گا اس میں فرق آتا جائے گا جس کی تفصیل جغرافیہ کی مفصل کتابوں میں موجود ہے۔ اسی طرح نصف کرہ جنوبی کے وہ ممالک جو خانہ کعبہ کی مشرق کی طرف واقع ہیں جیسے آسٹریلیا وغیرہ تو وہاں سمت قبلہ یہ ہے کہ نمازی اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا بایاں شانہ قطبی ستارے کی طرف ہو۔

محترم قاری!

شاید آپ کو میرا یہ بیان پیچیدہ معلوم دیتا ہو اور آپ یہ محسوس کر رہے ہوں کہ اس پر عمل زیادہ پیچیدہ ہو گا مگر ایسی کوئی بات نہیں جب ایک نمازی ہر رات ستاروں کا مشاہدہ کرتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کے لئے یہ عمل بڑا آسان ہو جاتا ہے بلکہ نہایت دلچسپ بھی۔

علاوہ ازیں جو مسلمان نماز ''اوّل ماہ''، ''وسط ماہ'' اور

''آخر ماہ'' پڑھتے ہیں وہ سمت قبلہ کے علاوہ رویت ہلال کا بھی مسلسل مشاہدہ کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ مذکورہ نمازوں کو ادا کرسکیں اس طرح ان کی علم ہیئت وعلم جغرافیہ کی معلومات اچھی خاصی ہو جاتی ہیں۔ یہ اسلام اور نماز ہی کی برکت ہے کہ دنیا میں ابتدائی نامور علم ہیئت کے ماہر مسلمان ہوئے ہیں جن میں جابر بن حیان جو حضرت امام جعفر صادقؓ کا شاگرد ہے فلک علم ہیئت پر ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

آسمان کے تمام برجوں اور اکثر ستاروں کے نام مسلمان علماء ہیئت نے رکھے جیسے ''دب اکبر''، ''برج ثور'' وغیرہ یہ نام تمام کے تمام عربی زبان میں ہیں اس طرح زمین پر تمام بڑے چھوٹے سمندروں کے نام بھی مسلمانوں نے عربی میں رکھے۔ جیسے بحر اوقیانوس بحر الکاہل وغیرہ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ مسلمان اپنے فرائض کی بجاآوری کے ذیل میں جن میں نماز سرفہرست ہے ان علوم کے ماہر ہوئے۔

محترم قاری!

آئیں اور آگے بڑھیں! مسلمان پر نماز کی جتنی قسمیں

واجب ہیں ان میں ایک نماز کا نام ہی ''نماز آیات'' ہے۔ اس نماز کی ادائیگی میں علم ہیئت و علم جغرافیہ یا علم ارضیات (Geology) کا بڑا عمل دخل ہے۔ یہ نماز چاند گرہن' سورج گرہن' شدید ڈراونی' آندھی یا طوفان' غیر معمولی موسلا دھار طوفانی بارش' گرج چمک' دھمک اسی طرح زلزلہ' آتش فشاں کا پھوٹنا' لینڈ سلائڈنگ وغیرہ جیسے واقعات جن سے عام انسان خوف و ہراس کا شکار ہو جائے' کے مواقع پر واجب ہوتی ہے۔ ایک ذمہ دار مسلمان جسے یہ نمازیں ادا کرنی ہیں یقیناً وہ ان واقعات کی جستجو میں رہے گا کہ سال بھر میں کب سورج گرہن واقع ہوتا ہے' کب چاند گرہن وقوع پذیر ہوتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح اس میں علم ہیئت و جغرافیہ کی معلومات کا بے پناہ اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جو اس کو ایک دن ماہر علم ہیئت' جغرافیہ اور ارضیات بنا دیتا ہے۔ مزید برآں اس نماز کی ادائیگی کی بعض جزیات ایسی ہیں جن کی تکمیل کے لئے نمازی کو تادیر سورج گرہن' چاند گرہن اور دیگر واقعات کا مشاہدہ و مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے اس کیلئے نت نئے راز ہائے قدرت منکشف

ہوتے رہتے ہیں اور وہ برابر آگے بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ ان امور میں وہ ماہر (Specialist) بن جاتا ہے۔

یہ حقائق بتاتے ہیں کہ نماز مسلمانوں کو ہجرہ نشین نہیں بناتی بلکہ سائنسدان بنا دیتی ہے افسوس کہ ناوان مسلمانوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے دین مقدس اسلام کو جمود و پسماندگی ظاہر کیا جبکہ در واقع یہ سراسر تحریک و ترقی اور پیش رفتگی کا دین ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات
یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و منافات
وہ مذہب مرداں خود آگاہ و خدامست
یہ مذہب ملاں و نباتات و جمادات

(بال جبریل، ص10)

سیاسی' اقتصادی اور ثقافتی معلومات

مختلف نمازوں کیلئے رکعتوں کی تعداد مختلف ہے۔ جیسے نماز فجر کی دو رکعتیں ظہر و عصر اور عشاء کی چار۔ کئی نمازیں ایک رکعتی بھی ہیں جیسے نماز احتیاط نماز تہجد کی آخری نماز وتر اور نماز عشاء کی سنت نماز۔ علاوہ ازیں کئی نمازیں ایسی ہیں جن کی رکعتیں تو دو ہی ہیں مگر ان دو رکعتوں سے پہلے یا بعد دو خطبے ہیں۔ خطبہ سے مراد وہ تقریر ہے جس کا وقت' طریقہ کار اور اس میں بیان کئے جانے والے مطالب و معارف بھی اللہ سبحانہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں جس طرح خود نماز اپنی تمام تر جزئیات سمیت اللہ سبحانہ کی طرف سے مقرر شدہ ہے۔ مثلاً نماز جمعہ' اس نماز کی رکعتیں دو ہیں مگر نماز سے پہلے دو تقریریں سننا اسی طرح لازمی اور واجب ہے جس طرح خود نماز کی دو رکعتیں۔ اس طرح نماز عیدین یعنی نماز عید الفطر اور نماز عیدالاضحیٰ ان نمازوں کی بھی رکعتیں دو دو ہیں مگر نماز کے بعد

دو تقریریں سننا لازمی ہے۔

ان خطبوں کے ذیل میں دین مقدس اسلام نے لازمی طور پر ایک موقع فراہم کر دیا ہے کہ عام مسلمان اپنے ذاتی اور اسلامی معاشرہ کے وجود اور بقاء کیلئے ضروری امور کا علم حاصل کرے۔ سود و زیاں سے باخبر رہے اسے دوست و دشمن کی پہچان رہے اسلام اور مسلمانوں کے لئے خطرات سے بروقت آگاہ رہے اسی لئے ان خطبوں میں بیان کئے جانے والے مطالب اللہ سبحانہ نے معین فرمائے ہیں تاکہ خطباء اپنی مرضی سے یا کسی کے دباؤ میں آکر یہ اہم موقع اِدھر اُدھر کی باتوں میں گنوا نہ دیں۔ اللہ سبحانہ نے دین مقدس اسلام کی سب سے اہم عبادت نماز کے ذیل میں ان تقریروں کو لازمی قرار دے کر عام مسلمانوں کیلئے دوہرے فائدے کا انتظام کر دیا ہے ایک یہ کہ ان کی عبادت صرف توشۂ آخرت ہی نہ رہے بلکہ دنیاوی ثمرات بھی مہیا کرے اور دوسرے یہ کہ کسی بھی قوم و ملت کے وجود اور بقاء کیلئے جن معلومات کی ضرورت ہوا کرتی ہے ان کے حصول کیلئے مسلمانوں کو الگ سے توانائیاں خرچ نہ کرنی پڑیں بلکہ نماز ادا

کرتے ہوئے ہی وہ ان سے بہرہ ور ہو جائیں۔

اب ہم ان مطالب و معارف کی طرف آتے ہیں جن کا بیان ان خطبوں کے دوران اللہ سبحانہ کی طرف سے مقرر ہے۔

نماز جمعہ ہفتے میں ایک بار پڑھی جاتی ہے اس کیلئے مسلمانوں کو بڑی تاکید سے حکم دیا گیا ہے کہ یہ نماز، نماز پنجگانہ کی طرح چھوٹی چھوٹی مساجد میں ادا نہ کریں کیونکہ ان میں زیادہ تعداد نہیں سما سکتی بلکہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جو مسجد مقرر کی گئی ہے اس کا نام ہی الگ ہے یعنی مسجد جامع اور اسلامی احکامات کے تحت ایک شہر، آبادی اور علاقے میں جامع مسجد صرف ایک ہی ہو سکتی ہے۔ نماز جمعہ سے پہلے جو دو تقریریں ضروری قرار دی گئی ہیں ان میں اللہ سبحانہ کی حمد و ثناء حضرت رسول اکرمؐ پر درود و سلام آپؐ کے بعد دین مقدس اسلام کی بقاء کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دینے والے اکابرین کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دین مقدس اسلام اور مسلمانوں کے جملہ مفادات کا مفصل ذکر علی الخصوص جو امور ان مفادات پر اثر انداز ہو رہے ہوں ان کو کھول کر بیان کرنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اپنے

سود و زیاں سے آگاہ ہو جائے۔ خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی دیسیہ کاریوں اور عداوتوں کے نت نئے ہتھکنڈوں کا طشت ازبام کیا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی اقتصادی اور ثقافتی تحفظ کے تقاضے اور ان پر اثر انداز ہونے والے تمام ذرائع ابلاغ کی قلعی کھولنی ضروری ہے۔ سامعین کی مکمل تفہیم کیلئے اللہ سبحانہ نے اجازت دی ہے کہ نماز جمعہ اور عیدین کے خطبوں کا وہ حصہ جس میں اللہ سبحانہ کی حمد و ثناء اور حضرت رسول اکرمؐ اور ان کی پاک آل کا ذکر ہو وہ بیشک عربی زبان میں بیان کئے جائیں البتہ وعظ و نصیحت اور سیاسی' اقتصادی اور ثقافتی امور لازمی طور پر سامعین کی مادری زبان میں بیان کئے جائیں تاکہ لوگ اچھی طرح خطیب کی بات سمجھ سکیں۔ میرے زیر بحث موقف کو علمائے اعلام نے بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے میں یہاں صرف مجاہد اکبر آیۃ اللہ العظمیٰ بانی اور رہبر انقلاب اسلامی ایران علامہ السید روح اللہ الخمینی المعروف امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب تحریر الوسیلہ سے صرف ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ خطبہ جمعہ کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں :

یَنۡبَغِیۡ لِلۡاِمَامِ الۡخَطِیۡبِ اَنۡ
یَذۡکُرَ فِیۡ ضِمۡنِ خُطۡبَةٍ مَّاھُوَ
مِنۡ مَّصَالِحِ الۡمُسۡلِمِیۡنَ فِیۡ
دِیۡنِھِمۡ وَ دُنۡیَاھُمۡ وَ یُخۡبِرُھُمۡ
لِمَا جَرٰیۡ فِیۡ بِلَادِ الۡمُسۡلِمِیۡنَ
وَ غَیۡرِھَا مِنَ الۡاَحۡوَالِ الَّتِیۡ
لَھُمۡ فِیۡھَا الۡمَضَرَّةُ اَوِ الۡمَنۡفَعَةُ
وَمَا یَحۡتَاجُ الۡمُسۡلِمُوۡنَ اِلَیۡهِ
فِیۡ الۡمَعَاشِ وَ الۡمَعَادِ وَلِاُمُوۡرِ
السِّیَاسَةِ وَالۡاِقۡتِصَارِیَّةِ مِمَّا
ھِیَ دَخِیۡلَةٌ فِیۡ اِسۡتِقۡلَا لِھِمۡ وَ
کِیَانِھِمۡ وَمَعَ سَآئِرِ الۡمِلَلِ
وَالتَّحۡذِیۡرِ عَنۡ تَدَخُّلِ الدُّوَلِ
الظَّالِمَةِ الۡمُسۡتَعۡمِرَةِ فِیۡ اُمُوۡرِھِمۡ
سِیَّمَا السِّیَاسِیَّةِ وَالۡاِقۡتِصَادِیَّةِ
وَالۡمُنۡجَرِّ اِلَی اسۡتِعۡمَارِلَھُمۡ
وَ اِسۡتِشَارِھِمۡ وَبِالۡجُمۡلَةِ
اَلۡجُمۡعَةُ وَ خُطۡبَتَاھَا مِنَ

خطیب کا فرض ہے کہ وہ اس خطبے کے دوران عامۃ المسلمین کے دنیاوی اور اخروی مفادات کی بحث چھیڑے سامعین کو اسلامی ممالک میں رواں حالات سے آگاہ کرے۔ مضر اور مفید امور اور عوامل کھول کر بیان کرے۔ ضروریات زندگی کی رواں کیفیت اور آئندہ ترقی و تنزل کے تقاضوں کا ذکر کرے۔ وہ عوامل جو مسلمانوں کے اقتصادی اور سیاسی خود مختاری اور خود انحصاری کے سلسلے میں موثر ہیں ن کا قابل فہم انداز میں ذکر کرے۔ مسلمانوں اور غیر مسلمان دنیا سے باہمی روابط و تعلقات کی نوعیت کی وضاحت کرے اور مسلمان ممالک میں ظالم استحصالی طاقتوں کے عمل دخل سے خبردار کرے۔ علاوہ ازیں مناسک حج اور تقاریب عیدین کی طرح نماز جمعہ اور اس کے دو خطبے مسلمانوں کیلئے بڑا اہم اور اعظیم الشان موقع ہے جس کے صحیح اسلامی طریقہ ادائیگی کے ذریعہ مسلمان

اَلْمَوَاقِفِ الْعَظِيْمَةِ لِلْمُسْلِمِيْنَ كَسَآئِرِ الْمَوَاقِفِ الْعَظِيْمَةِ مِثْلَ الْحَجِّ وَالْمَوَاقِفِ الَّتِيْ فِيْهِ وَالْعِيْدَيْنِ وَ غَيْرِهَا وَمَعَ الْاَسَفِ اَغْفَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَنْ الْوَظَآئِفِ الْمُهِمَّةِ السِّيَاسِيَّةِ فِيْهَا وَفِيْ غَيْرِهَا مِنَ الْمَوَاقِفِ السِّيَاسِيَّةِ الْاِسْلَامِيَّةِ فَالْاِسْلَامُ دِيْنُ السِّيَاسِيَةِ بِشُؤُنِهَا يَظْهَرُ لِمَنْ لَهُ اَدْنٰى تَدَبُّرٍ فِيْ اَحْكَامِ الْحُكُوْمَةِ وَ السِّيَاسَةِ وَلِاجْتِمَاعَةِ وَالْاِقْتِصَادِيَّةِ فَمَنْ تَوَهَّمَ اَنَّ الدِّيْنَ مُنْفَكٌّ عَنِ السِّيَاسَةِ فَهُوَ جَاهِلٌ لَمْ يَعْرِفِ الْاِسْلَامَ وَلَا السِّيَاسَةَ.

اپنے تمام دلدر دور کر سکتے ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ مسلمان اس سلسلے میں غیر معمولی مجرمانہ غفلت کا شکار ہیں اسلام سیاست و قیادت عالم کا دین ہے۔ جس شخص کو اسلام کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ بھی ہو وہ جانتا ہے کہ دین مقدس اسلام اپنے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی احکامات کی بنیاد پر عالمی قیادت کی بھرپور صلاحیت سے مالا مال ہے جو شخص اسلام کو قیادت و سیاست سے الگ تھلگ یا بے بہرہ سمجھتا ہے وہ نہ اسلام کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ ہی قیادت و سیاست کو۔

(تحریر الوسیلہ باب صلوۃ الجمعہ)

محترم قاری!

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نماز جمعہ اور اس کے دو خطبے عام مسلمان نوجوان کو کس قدر تعمیری اور انقلابی معلومات سے لیس

کرتے ہیں۔ اگر ہر ہفتے تمام دنیا کے نوجوان مسلمان اسی توانائی سے سیراب کئے جاتے ہوں تو کرۂ ارض پر اسلامی حمیت و غیرت چھلکنے نہ لگے؟ جس عالم دھر کی مذکورہ بالا تحریر آپ نے پڑھی اس نے صرف خالی خولی تقریریں اور اپنی کتابیں ہی ان باتوں سے بھری نہیں ہیں بلکہ انہی امور کو ذریعہ بنا کر اپنے ملک کو ''مملکت شہنشاہ آریہ مہر'' سے ''اسلامی جمہوریہ ایران'' بنا بھی دیا ہے۔ اگر ایران جیسی امریکہ کی مضبوط نو آبادی نماز جمعہ کے ذریعہ اسلامی جمہوریہ ایران بن سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ سعودی عرب، مصر، عراق اور پاکستان و انڈونیشیا اسلامی جمہوریات نہیں بن سکتیں؟!!!

محترم قاری!

جس طرح میں نے نماز جمعہ اور اس کی دو تقریروں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے بالکل اسی طرح نماز عیدین، نماز جنازہ اور نماز استسقاء کو بیان کر کے اس کے ذیل میں مسلمانوں کو فراہم ہونے والی گرانقدر معلومات کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے مگر چونکہ میرا عنوان دراصل صرف نماز ہے نہ کہ مختلف

نمازوں کا بیان اس لئے میں اسی پر اکتفا کر کے آگے بڑھتا ہوں تا کہ اپنی بات مکمل کروں البتہ آپ سے گزارش ہے کہ مشتے ازخروارے کے مصداق جو کچھ آپ نے پڑھا ہے اسی طرح دیگر نمازوں کی تفصیلات کو بھی پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

عالم آخرت کی معلومات

دین مقدس اسلام اس دنیا و مافیھا کی پوری حقیقت اپنی پیروؤں پر کھول کر بیان کرتا ہے اور اپنے احکامات کے ذریعہ مکمل طور پر یقین دھانی کرا دیتا ہے کہ یہ دنیا ایک کمرہ امتحان کے سوا کچھ نہیں اور حقیقی و دائمی زندگی دراصل اس کے بعد آنے والی ہے۔ نماز' روزہ' حج اور جہاد غرضیکہ فروعات دین میں کی ہر ہر عبادت علی الاعلان پکار رہی ہے کہ دنیا اور مفاد دنیا ایک وقتی اور عارضی شے ہے اس میں زیادہ الجھنا زبردست نقصان دہ ہے۔ ہماری مقدس کتاب' قرآن مجید جگہ جگہ اس حقیقت کو کھلے الفاظ میں بیان کرتا ہے :

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○

پس! لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو یہ دعا مانگتے ہیں کہ پالنے والے! ہمیں صرف وسائل دنیا عطا کر' ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں البتہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو دعا مانگتے ہیں کہ پالنے والے! دنیا و آخرت میں اپنا فضل و کرم ہمارے شامل حال رکھیو! اور ہمیں دھکتی آگ کے عذاب سے بچائیو! یہ لوگ وہ ہیں جن کے اعمال کی جزاء ملے گی اور اللہ سبحانہ پورا پورا اور جلد حساب کر لینے والا ہے!

(البقرہ' نمبر 200 تا 202)

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

دنیاوی زندگی؟! یہ تو صرف کھیل فسانہ ہے البتہ اخروی زندگی واقعی زندگی ہے کاش لوگ اس حقیقت کو پا لیں!

(العنکبوت، نمبر 64)

اس کھلی وضاحت کے باوجود جب کبھی کوئی مسلمان اس دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو باقاعدہ قانونی طور پر دفن سے پہلے سب مسلمان مل کر اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں اور باقاعدہ گواہی دیتے ہیں کہ دنیا و آخرت اور زندگی و موت کے بارے میں اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کو جو بتایا ہے وہ بالکل درست ہے اور اس دنیا میں چند روزہ قیام کے دوران اگر مرنیوالے سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی ہے تو اسے معاف کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں مرنیوالے کی بخشش کیلئے دعا مانگی جاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تمام نماز پڑھنے والے اپنے اپنے آخری وقت کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس وقت کے آنے سے پہلے ہی معذرت اور توبہ کرتے ہیں یہ سب کچھ ایک نماز کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس کو ''نماز جنازہ'' کہتے ہیں۔ نماز جنازہ، واجب و

لازم ہے اور اگر کوئی مسلمان اس نماز کے بغیر ہی دفن کر دیا جائے یا نماز غلط ہو جائے تو اعادہ ضروری ہو جاتا ہے ورنہ مسلمانوں کی وہ تمام آبادی جس میں یہ مسلمان قیام پذیر تھا اللہ سبحانہ کے ہاں مجرم ٹھہرتی ہے۔ نماز جنازہ میں اذاں و اقامت اور رکوع و سجود نہیں ہوتے بلکہ کھڑے کھڑے جنازہ کو سامنے رکھ کر چند جملات کہے جاتے ہیں ان جملات کے درمیان تکبر یعنی اللہ سبحانہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہا جاتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر میں صرف چوتھی تکبیر کے بعد والا جملہ بیان کئے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام نماز جنازہ کے ذریعہ دنیا و آخرت کی خطیر معلومات کا اندازہ لگا سکیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا لَمُسَجّٰی قُدّامَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ فَنَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ قَبَضْتَ رُوْحَهٗ اِلَیْکَ	پروردگارا! یہ جو کفن میں لپٹا ہوا ہمارے سامنے پڑا ہے تیرہ بندہ ہے تیرے ایک بندے کا بیٹا ہے تیری ایک کنیز کا بیٹا ہے تیری بارگاہ میں حاضر ہے اور تو مہربان میزبان ہے۔ پروردگارا! تو نے اس کی روح قبض کی ہے اس وقت یہ تیری رحمت کا شدت سے محتاج ہے

وَقَدِ احْتَاجَ اِلیٰ رَحْمَتِکَ
وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ اَللّٰھُمَّ
اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْراً
وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ
کَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِیْ
اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْٓئً
فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَتِہٖ وَاغْفِرْلَنَا
وَلَہٗ اَللّٰھُمَّ احْشُرْہُ مَعَ مَنْ
یَّتَوَلَّاہُ وَیُحِبُّہٗ وَاَبْعِدْہُ مِمَّنْ
یَتَبَرَّءُ مِنْہُ وَیُبْغِضُہٗ اَللّٰھُمَّ
اَلْحِقْہُ نَبِیِّکَ وَعَرِّفْہُ بَیْنَہٗ
وَبَیْنَہٗ وَارْحَمْنَا اِذَا تَوَفَّیْتَنَا یَا اِلٰہَ
الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ عِنْدَکَ
فِیْ اَعْلیٰ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلیٰ
عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاجْعَلْہُ
مِنْ رُفَقَآءِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
الطَّاھِرِیْنَ وَ ارْحَمْہُ وَ اِیَّانَا
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ

اور تو اس کے عذاب سے بے نیاز
ہے۔ پروردگارا، ہم تو اس کے بارے
میں اچھی رائے ہی رکھتے ہیں البتہ تو
اس سے زیادہ واقف ہے اگر یہ واقعی
اچھا تھا تو پھر اسے جزائے خیر عطا فرما
اور اگر بُرا تھا تو اس کی برائیوں سے
چشم پوشی فرما ہمیں بھی بخش دے اور
اسے بھی بخش دے۔ پروردگارا، اس کو
ان کے ساتھ محشور کر جن سے یہ محبت
کرتا تھا اور زندگی بھر جن کا مطیع رہا اور
ان سے اسے دور رکھ جن سے نفرت کرتا
تھا اور زندگی بھر اپنے آپ کو جن سے
بچاتا رہا۔ پروردگارا، اپنے نبی پاکؐ کی
بارگاہ میں اسے باریابی عطا فرما اور ان
کے فیوض و برکات سے اسے بہرہ ور بنا!
اے کائنات کے معبودؑ اور جب ہمیں
موت دینا تو ہم پر بھی رحم فرمانا۔
پروردگارا! اپنے ہاں اسے اعلیٰ علیین کی
صف میں جگہ دینا اس کے نام لیوا
قائم رکھنا اور اسے محمدؐ و آل محمدؐ کے
ساتھیوں میں شمار فرمانا اور اسے سب

الرَّحِمِینَ اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ عَفْوَکَ.

سے زیادہ رحم کرنیوالے تجھے اپنی رحمت کا واسطہ اس پر رحم فرما اور ہم پر بھی۔ پروردگارا بخش دے بخش دے۔

محترم قاری!

آپ نے ملاحظہ کیا نماز جنازہ پڑھنے والے دنیا و آخرت میں اللہ سبحانہ کی غفوری و رحیمی کا کس طرح برملا اعلان و اعتراف کرتے ہیں وہ کس کس طرح اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں گویا کہ گڑگڑاتے ہیں کہ یہ ہمارا ساتھی جو ہمیں چھوڑ کر اور دار دنیا سے گزر کر تیرے پاس آگیا ہے اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو درگزر فرما اور اسے اپنے ہاں اچھا مقام عطا فرما اور تو اور خود اپنی موت اور اپنا انتقال بھی یاد کرتے ہیں اور اس کی سفارش کے پرتو میں خود اپنے لئے بھی وہی کچھ مانگتے ہیں جو مرنیوالے کیلئے مانگ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جب اس مرنیوالے کو قبر میں لٹا دیتے ہیں تو وہاں پر خود اس مرنیوالے سے خطاب کر کے ایک لمبی تقریر کرتے ہیں جسے "تلقین" کہتے ہیں۔ تلقین کیا ہے؟ اگر گنجائش ہوتی تو میں پوری تلقین لکھ کر قارئین کرام کو زیادہ وضاحت سے سمجھاتا البتہ میں اشارۃً چند جملے لکھ دیتا ہوں جو میرے عنوان کیلئے ازبس ضروری ہے:

اِسْمَعْ اِفْهَمْ اِسْمَعْ اِفْهَمْ
اِسْمَعْ اِفْهَمْ يَافُلاَنَ ابْنِ
فُلاَنٍ هَلْ اَنْتَ عَلَى عَهْدِ
اَلَذِیْ فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ......اِذَا
اَتَاکَ اَلْمَلَکَانِ الْمُقَرَّبَانِ
رَسُوْلَيْنِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ
سَئَلاکَ عَنْ رَّبِّکَ.....
فَلاَ تَخَفْ وَلاَ تَحْزَنْ قُلْ
فِیْ جَوَابِهِمَا اللّٰهُ جَلَّ
جَلاَلُهٗ رَبِّیْ ...... ثُمَّ اعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ
نِعْمَ الرَّبُّ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَ
عَلِيَّ ابْنَ اَبِیْ الِبِ وَ اَوْلاَہ

اے فلاں ابن فلاں سن اور سمجھ کیا تو ابھی تک اسی عقیدے پر قائم ہے جس پر دنیا میں تو ہمارے ساتھ تھا؟ یعنی کیا تو اب بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ سبحانہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں؟ حضرت محمد مصطفیٰؐ اللہ کے بندہ اور رسول ہیں اور امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر حضرت امام مہدیؑ تک بارہ کے بارہ افراد اللہ سبحانہ کے نمائندہ اور تمام مسلمانوں کے معصوم راہنما ہیں۔ ابھی دو فرشتے اللہ سبحانہ کی طرف سے آئیں گے اور تم سے تیرے خدا' نبی' کتاب اور قبلہ کے بارے میں پوچھیں گے۔ دیکھو گھبرانا نہیں! اور نہ ہی ڈرنا ہے بلکہ بڑے اطمینان سے مذکورہ بالا عقیدے کا اظہار کرنا اور سنو اللہ سبحانہ برحق خدا ہے حضرت رسول اکرمؐ برحق نبی ہیں اور بارہ معصوم امام برحق راہنما ہیں اور جو کچھ حضرت رسول اکرمؐ نے اللہ سبحانہ کی طرف سے ہم تک پہنچایا وہ سب کچھ برحق ہے۔ موت' قبر میں فرشتوں کی پوچھ گچھ

اَلْمَعْصُوْمِیْنَ الْاَئِمَۃَ اِثْنَا عَشَرَ نِعْمَ الْاَئِمَۃُ وَاَنَّ مَاجَآءَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَاَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَسُؤَالَ مُنْکَرٍ وَّنَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَالنُّشُوْرَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ وَ الْمِیْزَانَ حَقٌّ وَ تَطَایُرَ الْکُتُبِ حَقٌّ وَّ اَنَّ الْجَنَّۃَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔

روز قیامت اٹھنا' اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں پیش ہونا' پل صراط سے گزرنا' حساب کتاب ہونا' اعمال ناموں کا بٹنا اور جنت جہنم یہ سب کچھ برحق ہے۔ قیامت آ کر رہے گی اللہ سبحانہ تمام مردے قبروں سے ضرور اٹھائے گا۔

(توضیح المسائل' امام خمینیؒ)

آپ نے شاید کسی بزرگ تجربہ کار اور آگاہ شخص کو اپنے کسی ماتحت یا شاگرد کو کسی اہم سفر پر رخصت کرتے ہوئے

دیکھا ہو۔

☆ وہ کیسے کیسے اسے نصیحتیں کرتا ہے۔

☆ کتنی بار سمجھاتا ہے کہ وہاں یہ ہو گا وہاں یوں کرنا ہو گا۔

☆ دیکھو یہ کام اس طرح کرنا وہ کام ایسے کرنا وغیرہ۔

بالکل اسی طرح نماز جنازہ اور اس کے بعد قبر میں "تلقین" پڑھتے ہوئے تمام مسلمان اپنے مرحوم بھائی کو سفر آخرت پر بھیجتے ہوئے ان تمام مراحل سے آگاہ کرتے ہیں جو اسے درپیش ہوں گے۔ اگر آپ محولہ بالا عبارت غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس میں لحۂ دفن سے لے کر روز قیامت اٹھنے تک تمام مراحل و معلومات کا مکمل ذکر موجود ہے۔ مرنے والے کیلئے تو یہ نعمت غیر مرقبہ ہے ہی پڑھنے والوں کیلئے بھی خطیر اور گرانقدر معلومات کا ذخیرہ ہے۔

☆ مزید براں نماز جنازہ سے پہلے جنازہ اٹھایا جانا'

☆ جنازہ کے ساتھ چلنا'

☆ چلتے ہوئے دنیاوی امور جو انسان کو آخرت سے غافل کرتے ہیں ان کو ترک کرنا'

☆ صرف کلمہ شہادت اور درود شریف یا توبہ استغفار کا ورد یا تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ کرتے رہنا۔

یہ تمام باتیں نماز جنازہ پڑھنے والے کو زبردست دینی معلومات فراہم کرتی ہیں اور وہ اپنے دین' کردار اور ذمہ داریوں کو سنجیدگی سے سمجھنے لگتا ہے۔ ساتھ ساتھ دنیا و مافیھا کے حقائق اس کی عملی زندگی میں دخیل ہو جاتے ہیں یعنی وہ صرف ایک رسم کے طور پر اپنے مرحوم مسلمان بھائی کے جنازے میں شرکت نہیں کرتا بلکہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ کل کلاں اسے خود بھی انہیں مراحل سے گزرنا ہے۔

نماز وحشت یا نماز ھدیہ قبر

مرحوم کو دفنانے کے بعد پہلی رات میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے جس کو ''نماز وحشت'' یا ''نماز ہدیہ قبر'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد مرحوم کو دنیا کے بعد آخرت کی زندگی میں پہلی رات کی تنہائی' اداسی اور نئے ماحول کی اجنبیت سے بچانا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اگر وہ اپنی بداعمالیوں کے نتیجے میں کسی شدید عذاب میں مبتلا ہو تو اس میں تخفیف بھی ہو جاتی ہے۔ یوں مرحوم کی ابدی' اخروی اور ایسی زندگی جس کا کوئی اختتام نہیں ہے بڑے اچھے ماحول میں شروع ہوتی ہے۔

محترم قاری!

اب تک تو میں نے نماز کے پرتو میں حاصل ہونیوالے علوم و معارف کا ذکر کیا اور نہایت اختصار سے ذکر کیا آگے بڑھتے ہوئے میں بتاؤں گا کہ اللہ سبحانہ کے فیوض و برکات و نعمات کے حصول کا سب سے بڑا' مؤثر اور فوری ذریعہ نماز ہے۔ اللہ سبحانہ منبع' فیوض و برکات ہے اور یہ سب کچھ اس کی

مخلوقات ہی کے لئے ہے کیونکہ خود تو وہ بے نیاز مطلق ہے اور کسی بھی چیز کا محتاج یا ضرورتمند نہیں بات صرف اتنی ہے کہ اس کے اربوں کھربوں فیوض و برکات کو حاصل کیسے کیا جا سکتا ہے۔ کون ہے جو ان لازوال نعمتوں کا حقدار ٹھہرتا ہے آپ نے اکثر سنا ہو گا، پڑھا ہو گا کہ جب کبھی حضرت رسول اکرمؐ یا آئمہ ھدیٰؑ کی خدمت میں کوئی حاضر ہوا اس نے اپنی بپتا سنائی اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی درخواست کی تو آپؐ نے فوراً دو رکعت نماز ادا کی پھر دعا کی سائل کا مسئلہ حل ہو گیا یہ واقعات تواتر سے ہیں اور ان کے لئے کسی خاص حوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خود قرآن مجید کی متعدد آیات ہماری اس بات کی پُرزور تائید کرتی ہیں :

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ ...... لَاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَلَاُدْخِلَنَّکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ.	اگر تم نماز پڑھتے رہو...... تو یقیناً میں تمہاری بداعمالیوں کے وبال سے تمہیں بچاتا رہوں گا اور اپنے اُن باغات میں تمہاری رہائش کا بندوبست کرونگا جہاں درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(المائدہ، نمبر 12)

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا وَّمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

زوالِ آفتاب سے لے کر رات بھیگنے تک اور طلوع فجر کے موقع پر نماز پڑھیے اور (پچھلی) رات نماز تہجد بھی ادا کیجئے کہ یہ آپ پر اضافی ذمہ داری ہے اسی سبب آپ کا رب آپکو مقام محمود پر فائز کریگا۔

(الاسراءٗ 79,78)

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝

بیشک ہم نے آپ کو ہر چیز میں کثرت و فراوانی عطا کی ہے۔ پس آپ نماز ادا کیجئے اور قربانی دیجئے بیشک آپ کا دشمن ہی دم بریدہ ٹھہریگا۔

(الکوثرٗ 2 تا 4)

محولہ بالا آیات کریمات کا بغور مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ کا طریقہ کار عطائے فضل و کرم بذریعہ نماز ہے۔ پہلی آیت مجید (سورۃ مآئدہٗ آیت نمبر 12) اپنے پس منظر کے اعتبار سے بنی اسرائیل کا ذکر کر رہی ہے۔ اور انہی سے مخاطب ہے مگر چونکہ اللہ سبحانہ کا طرز عمل تمام اقوام سے

ایک جیسا ہے بمصداق :

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ — اللہ سبحانہ کا طریقہ کار بدلا نہیں کرتا۔

(الاحزاب نمبر62)

تو پھر یہ قاعدہ بن گیا کہ کوئی امت بھی ہو اگر باقاعدہ نماز ادا کرتی رہے تو کوتاہیاں غلطیاں بے اثر بنا دی جاتی رہیں گی اور وبال دنیاوی سے نجات ملتی رہے گی مزید براں آخرت میں جنت فردوس ٹھکانا ہو گی۔

دوسری آیۂ مجیدہ (سورۃ الاسراء نمبر 78 تا 79) میں ظاہراً خطاب تو حضرت رسول اکرمؐ سے ہے مگر اسلوب قرآنی کے تحت اس حکم میں جن و انس شامل ہیں چنانچہ مقررہ اوقات میں پانچوں نمازیں پڑھنے والے اور نماز تہجد کو اضافی ادا کرنے والے یقیناً مقام محمود پر جگہ پائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ سب سے بلند و بالا مقام پر ہوں گے۔ ان کے بعد جتنا کوئی شخص آپؐ کے قریب ہو گا اتنا ہی اس

مقام و اعزاز خداوندی سے بہرہ ور ہو گا پس اس اخروی و دائمی اعزاز و مقام کا ذریعہ بھی نماز ہی ہوئی۔

تیسری آیۂ مجیدہ (سورۂ کوثر) میں صرف حضرت رسول اکرمؐ مخاطب ہیں مگر تمام جن و انس اس سے درس لے کر عمل کر سکتے ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے۔ اے حبیبؐ ہم نے تمہیں ہر نعمت بے بہا عطا کی ہے۔ پس شکرانے کے طور پر آپؐ نماز پڑھتے رہیے اور قربانی دیتے رہیے۔ یقیناً یوں ان نعمتوں کی بقاء کے ساتھ ساتھ، بروقت، ہر جگہ اور ہر زمانے میں آپ کے دشمن ذلیل و سرنگوں رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا ذکر بھی کرنیوالے کوئی نہ ہو گا اور چار دانگ عالم میں صرف آپ ہی کا ڈنکا بجے گا۔

محترم قاری!

ان آیات مجیدات کے علاوہ بیشمار احادیث مقدسہ موجود ہیں جن سے ہمارا موقف کھل کر سامنے آجاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے بے حد و حساب فیوض و برکات کو حاصل کرنے کا

آسان ترین، قریب ترین اور سدا بہار ذریعہ نماز اور صرف نماز ہے۔ ذیل میں میں صرف ایک روایت بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں :

قَالَ الْاِمَامُ الْبَاقِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذَا قَامَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فِیْ صَلٰوتِهٖ اَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ وَ اَظَلَّتْهُ الرَّحْمَةُ مِنْ فَوْقِ رَاْسِهٖ اِلٰی اُفُقِ السَّمَآءِ وَالْمَلَآئِكَةُ تَحُفُّهٗ مِنْ حَوْلِهٖ اِلٰی اُفُقِ السَّمَآءِ وَكَّلَ اللّٰهُ مَلَكًا قَائِمًا عَلٰی رَاْسِهٖ یَقُوْلُ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ لَوْ تَعْلَمُ مَنْ یَّنْظُرُ اِلَیْكَ مَا الْتَفَتَّ وَلَا زِلْتَ مِنْ مَوْضِعِكَ اَبَدًا۔

حضرت امام باقرؑ رسول اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ایک مسلمان آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ نماز ختم نہیں کر لیتا۔ اللہ سبحانہٗ کی رحمت سر بفلک اس پر سایہ کئے رہتی ہے۔ زمین سے آسمان تک فرشتے اس کو گھیرے رہتے ہیں ایک فرشتہ خاص طور پر اللہ سبحانہٗ کے حکم سے اسے یہ کہتا ہے اے نماز پڑھنے والے اگر تجھے اس بات کا ادراک ہو جائے کہ کون تجھے دیکھ رہا ہے تو تو کبھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

(وسائل الشیعہ، باب فضل الصلوٰۃ)

پس روزمرہ زندگی میں اللہ سبحانہ سے بات چیت۔ گفتگو اور لین دین کا واحد ذریعہ ''نماز'' ہے۔ اس کے ذریعہ ایک طرف ہمارا اپنے خالق و مالک سے براہ راست رابطہ رہتا ہے اور دوسری طرف ہماری جملہ ضروریات، مشکلات اور مسائل بھی حل ہوتے رہتے ہیں۔

اللہ سبحانہ سے محبت

اب میں آپ کی توجہ نماز کی اس خصوصیت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو خالق و مخلوق کے درمیان ایک اہم اور انمٹ رابطے کا ذریعہ ہے وہ ہے ''محبت'' اللہ سبحانہ اور اس کی مخلوق کے درمیان پیار و محبت دین مقدس اسلام کا ایک درخشاں باب ہے۔ عام طور پر بے خبر اور کم معرفت افراد لوگوں کو ہمیشہ اللہ سبحانہ سے ڈراتے رہتے ہیں اور اللہ سبحانہ کی رحمت سے زیادہ اس کے عذاب کا ذکر کرتے رہتے ہیں حالانکہ ایک بڑی مشہور متفق علیہ حدیث ہے :

لَقَدْ سَبَقَتْ رَحْمَتُہٗ عَذَابَہٗ. یعنی اللہ سبحانہ کی رحمت اس کے عذاب سے کئی گناہ زیادہ ہے۔

اور قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ سبحانہ کی اپنی مخلوق سے محبت کی آیات بافراط موجود ہیں مثلاً :

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. بیشک اللہ سبحانہ نیکی کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

(البقرۃ نمبر 190)

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ. بیشک اللہ سبحانہ توبہ کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

وَ اور

يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(البقرۃ، نمبر 222)

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ. بیشک اللہ سبحانہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

(آل عمران، نمبر76)

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ. بیشک اللہ سبحانہ صبر کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

(آل عمران، نمبر146)

اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات قرآن مجید میں مل سکتی ہیں۔

مزید برآں مخلوق کی طرف سے بھی اللہ سبحانہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اس دعوے کو بھی قرآن مجید نے بڑی خوبصورتی سے قبول کیا ہے اور ایک عملی ثبوت پیش بھی کیا ہے کہ اگر تم اس طرح مجھ سے محبت کرو گے جس طرح میں کہتا

ہوں تو جواباً میں بھی تم سے محبت کروں گا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ.

اے حبیبؐ! میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سبحانہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو (جواباً) اللہ سبحانہ بھی تم سے محبت کریگا اور تمہارے تمام گناہ معاف کردیگا۔

(آل عمران، نمبر 31)

اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں اپنی محبت کو دلیل ایمان قرار دیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ سبحانہ کے علاوہ معبود بنا لیتے ہیں اور ان سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سبحانہ سے کرنی چاہیے جبکہ مومن صرف اللہ سبحانہ ہی سے ٹوٹ کے محبت کرتا ہے۔

(البقرہ نمبر، 140)

علاوہ ازیں جب ہم سیرت طیبہ حضرت رسول اکرمؐ کا مطالعہ کرتے ہیں یا آپ کے مخلص پیروؤں کی سوانح پڑھتے ہیں تو ہمیں ان کی زندگی میں اللہ سبحانہ سے گہری محبت کے سوا کچھ

نظر ہی نہیں آتا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ مکہ میں بعثت کے ابتدائی سالوں میں جب آپؐ کی تبلیغ عام ہوئی اور لوگوں کی ایک معتدبہ تعداد حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تو قریشی سرداروں کو سخت تشویش لاحق ہوئی انہوں نے باہمی مشورہ سے طے کیا حضرت رسول اکرمؐ کو مال و دولت' اقتدار اور نسوانی حسن کا لالچ دیا جائے تاکہ وہ تبلیغ سے باز آجائیں سب ملکر آپؐ کے سرپرست چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ ہماری طرف سے اپنے بھتیجے سے کہہ دیں کہ جتنا مال و دولت چاہتا ہے ہم اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں اس کو اپنا سربراہ اور سردار مان لیتے ہیں اور حجاز کی حسین ترین خاتون سے اس کی شادی کر دیتے ہیں تاکہ وہ اس تبلیغ سے ہاتھ اٹھا لے۔ جناب ابو طالبؑ نے قریشی سرداروں کا پیغام آپؐ تک پہنچایا تو آپؐ نے فرمایا:

"چچا جان! قریشی سراروں سے کهه دیجئے که ان کی پیشکش تو کیا اگر وہ میرے ایک هاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں تو بھی میں اپنے الله سبحانه کے دین کی تبلیغ سے دست

کش نہیں ہوں گا۔"

یہ جواب اس حقیقت کی بین دلیل ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کو اللہ سبحانہ سے مذکورہ بالا تمام چیزوں سے زیادہ محبت ہے۔ تبھی تو آپؐ کسی قیمت پر تبلیغ دین سے دستبردار ہونے کو تیار نہ ہوئے۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ جو اپنی پیدائش سے لے کر حضرت رسول اکرمؐ کی وفات تک ان کے زیر تربیت رہے اور اللہ سبحانہ کی طرف سے حضرت رسول اکرمؐ کے جانشین اور امت کے امام و راہنما قرار پائے ایک مرتبہ کسی جنگ میں زخمی ہو گئے۔ ہوا یوں کہ ایک تیر آپؑ کے پاؤں میں لگ کر آر پار ہو گیا۔ جب بھی معالج وہ تیر کھینچنا چاہتا شدت درد سے آپ اس کو ایسا کرنے سے منع کر دیتے۔ آخر معالج بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اور شکایت کی کہ علیؑ تیر نکالنے نہیں دیتے۔ آپؐ نے جواب دیا گھبراؤ نہیں جب علیؑ نماز پڑھتے ہوں تو ان کے پیر سے تیر نکال لینا۔ ایسا ہی کیا گیا۔ معالج نے تیر کھینچ لیا۔ حضرت علیؑ کو گویا کہ پتا ہی نہ چلا۔ معالج بارگاہ سرکار دو جہاںؐ میں پھر حاضر ہوا اور اس کی وجہ پوچھی کہ کہاں علیؑ تیر کو

ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتے تھے اور کہاں انہیں درد کا احساس تک نہ ہوا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا علیؓ اپنے محبوب اللہ سبحانہ کے نظارۂ جلوہ میں اس قدر محو تھے کہ تیر نکالنے کی تکلیف کا انہیں احساس ہی نہیں ہوا۔ یقیناً یہ واقعہ حضرت علیؓ کی اللہ سبحانہ سے شدید محبت پر دلالت کرتا ہے۔

امیر المومنینؓ حضرت علیؓ نے اپنے شاگرد کمیل ابن زیادؓ کو شب برأت اور شب جمعہ کو پڑھنے کیلئے ایک دعا بتائی جو ''دعائے کمیل'' کے نام سے مشہور ہے اور آج بھی دنیا بھر کے مسلمان اسے پڑھتے ہیں اس دعا کا ایک جملہ:

فَهَبْنِیْ اِلٰهِیْ وَ سَیِّدِیْ وَمَوْلَایَ وَرَبِّیْ صَبَرْتُ عَلٰی عَذَابِکَ فَکَیْفَ اَصْبِرُ عَلٰی فِرَاقِکَ وَهَبْنِیْ صَبَرْتُ عَلٰی نَارِکَ فَکَیْفَ اَصْبِرُ عَلَی النَّظَرِ اِلٰی کَرَامَتِکَ.

اے میرے معبود میرے آقا میرے سردار اور مجھے پالنے والے اگر بالفرض میں تیرے عذاب کو کسی طور برداشت کر لوں مگر تیری جدائی میرے لئے ناقابل برداشت ہے میں آگ کی تپش تو شاید جھیل لوں مگر تیرے جلووں کی محرومی کی آگ میں ہرگز برداشت نہیں کرسکوں گا۔

(دعائے کمیل)

''دعائے کمیل'' دراصل ایک گنہگار مسلمان اور

نافرمان غلام کا اپنے آقا کی بارگاہ میں ''معذرت نامہ'' ہے۔ اور جس طرح بار بار نافرمانی کرنیوالا غلام اپنے مہربان مالک کو اس کی محبت و لطف و کرم کے حوالے سے پکارتا ہے یہ دعا اس کی روداد ہے۔ اس دعا کا مذکورہ بالا جملہ آقا کی انتہائی عفو و درگزر اور غلام کی تمام تر نافرمانی کے باوجود غلام کی شدید محبت کا مظہر اتم ہے۔ گویا کہ ایک مسلمان اللہ سبحانہ کا وقتی طور پر نافرمان تو ہو سکتا ہے مگر اس کی دائمی محبت سے کبھی عاری نہیں ہوتا۔

ایک دن امیر المومنین حضرت علیؑ اپنی بیٹی سیدہ زینبؑ کو اپنے آغوش کی زینت بنائے بچی سے لاڈ پیار کر رہے تھے کہ یونہی پوچھ لیا زینب! تمہیں اپنے نانا سے محبت ہے؟ بچی نے اثبات میں جواب دیا پھر آپؑ نے اپنے بارے میں پوچھا بچی نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ آپؑ نے یہی سوال جناب سیدہ زہراؑ، امام مجتبیٰؑ اور شہید کربلاؑ کے بارے میں پوچھا بچی نے ہر سوال پر یہی کہا کہ مجھے سب سے محبت ہے۔ آخر آپؑ نے پوچھا زینبؑ! دل تو تمہارا صرف ایک ہے اور اتنی ساری

محبتیں ایک چھوٹے سے دل میں کیسے لیے ہوئے ہو؟ بچی نے ایک حیرت انگیز جواب دیا۔ عرض کیا باباجان! محبت تو مجھے درحقیقت صرف اللہ سبحانہ سے ہے۔ نانا سے اس لئے محبت ہے کہ وہ اللہ سبحانہ کے رسول ہیں آپؑ سے اس لئے ہے کہ آپ اللہ سبحانہ کے ولی ہیں۔ اماں سے اس لئے کہ وہ اللہ سبحانہ کی کنیز خاص ہیں بھائی حسنؑ و حسینؑ سے اس لئے کہ وہ اللہ سبحانہ کے دین کے محافظ ہیں۔

نبوت و رسالت کی پروردہ بچی کا جواب ایک مسلمان کیلئے علم و معرفت کا سمندر ہے۔ دین مقدس اسلام میں ''محبت ونفرت'' صرف اور صرف اللہ سبحانہ اور اس کے دین کے حوالے سے کی جاتی ہے۔

آخر میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے دو اشعار بیان کر کے میں آگے بڑھتا ہوں۔ ایک دفعہ رات کے آخری حصے میں نماز تہجد کے دوران اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں :

تَرَکْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِیْ هَوَاکَ

أَیْتَمْتُ الْعَیَالَ لِکَیْ اَرَاکَ

اِنْ قَطَّعْتَنِیْ فِیْ الحُبِّ اِرْبًا
لَمَا حَنَّ فُؤَادِیْ اِلیٰ سِوَایکَ

"میرے پیارے معبود! میں نے تجھے پا لینے کی ہوس میں ساری دنیا کو چھوڑ دیا۔ تیری ایک جھلک دیکھنے کیلئے میں نے اپنے بچوں کو یتیم کر دیا اور اگر تیری محبت میں میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو بھی میرے دل میں تیرے علاوہ کسی اور کا خیال نہ آیگا۔"

(شعارِ حسینی)

شہید کربلاؑ نے اس محبت کا عملی ثبوت بھی 10 محرم 61ھ کو میدان کربلا میں پیش کر دیا اور واقعی اللہ سبحانہ کی محبت و فرمانبرداری میں آپؑ کے مقدس جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور آپؑ کمال محبت سے یہی عرض کرتے رہے:

رِضاً بِقَضَائِکَ وتَسْلِیْمًا لِّاَمْرِکَ۔

میرے پیارے معبود! تو نے میرا جو مقدر مقرر کیا اور مجھے جو حکم دیا اس کے سامنے میرا سرِ تسلیم خم ہے!

(خنجر تلے آخری سجدہ کی دعا)

مذکورہ بالا تمام واقعات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ دین مقدس اسلام سوائے اللہ سبحانہ

اور اس کے پیارے بندوں کی محبت کے سوا کچھ نہیں حضرت امام صادقؑ بھی فرماتے ہیں :

هَلِ الدِّیْنُ اِلَّا الْحُبِّ. دین مقدس اسلام محبت ہی کا دوسرا نام ہے۔

(جامع الاخبار)

بات بھی سچی ہے' اس ساری کائناتِ رنگ و بو میں صرف وہی ایک خوبصورت ذات ہے جو دائمی محبت کے لائق ہے۔

اقبالؒ بھی کہہ گئے ہیں :

کبریائی زیبا اسی اک ذات بے ہمتا کو ہے
حقیقت میں خدا وہی ہے باقی بتانِ آزری

صرف وہی صاحب کمال اور حاملِ فیوض و برکات ہے باقی ہر شے اپنے وجود اور بقاء کے لئے اسکی مرہون منت ہے۔

ہماری زندگی میں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک محبوب بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جب ہم ایک چیز کو محبوب بنا لیتے ہیں کچھ مدت بعد اس میں زوال کے آثار نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں اس کو چھوڑ کر ہم دوسری چیز کے گرویدہ ہو جاتے

ہیں کچھ وقت گزرنے کے ساتھ وہ بھی بوسیدہ ہو جاتی ہے یا ہم اکتا جاتے ہیں اس لئے طبیعت سیر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کوئی چیز بھی سدا بہار اور ہمیشہ باقبال و عروج نہیں رہتی البتہ خدائے ذوالجلال کی ذات پاک وہ ہے جو کسی طور پر بھی تغیر و تبدل سے متاثر نہیں ہوتی اس لئے وہی اس لائق ہے کہ صرف اس سے محبت کی جائے اور اس کو ''خدا'' یعنی ''الہٰ'' مانا جائے۔ اس لئے دین مقدس اسلام کا پہلا جملہ بھی یہی ہے۔ لاالہ الا اللہ یعنی سوائے اللہ سبحانہ کی ذات برکات کے کوئی دوسرا نہ معبود ہے اور نہ ہی محبت کے لائق ہے۔ جو شخص بھی اس حقیقت کو نہ مانے وہ جاہل ہے اور عارضی و فانی چیزوں کو اپنی محبت کا مستحق سمجھ بیٹھتا ہے۔ یہ ناقابل معافی جرم ہے اور یہی ''شرک'' ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. اس میں کوئی شک نہیں کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(سورہ لقمان، نمبر 13)

محترم قاری!

اب آپ جب اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں تو آگے

بڑھتے ہوئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں محبت ہو وہاں اظہارِ محبت لازمی طور پر عمل میں آتا ہے۔ معشوق اپنے عاشق سے اظہار عشق چاہتا ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیا جائے کہ عشق و محبت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ چھپائی نہیں جا سکتی بلکہ اظہار و اعلان چاہتی ہے۔ پس اگر ہر مسلمان کے دل میں خالق و مالک، اللہ سبحانہ کی محبت ہے تو پھر اس کا اظہار بھی ہونا چاہیۓ اور مسلمان کے ہر عمل کا مقصد اللہ سبحانہ کی قربت و محبت ہونی چاہیۓ۔ اسی لئے اللہ سبحانہ نے اصول دین کے بعد ''فروعاتِ دین'' کے نام سے مسلمانوں پر کچھ اعمال فرض کئے ہیں جن کی ادائیگی اللہ سبحانہ سے محبت کا اظہار ہے۔ اور جن کی شرطِ قبولیت اللہ سبحانہٗ کی قربت کا ارادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ''روزہ''، ''حج''، ''زکوٰۃ''، ''خمس'' اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' سب کے سب اللہ سبحانہ کی محبت کا اظہار ہیں۔ مگر جیسا مسلسل، باقاعدہ اور ایک خاص نظم و ضبط کے ساتھ اظہار محبت ''نماز'' میں ہوتا ہے وہ بھی جماعت کی صورت میں، اس کا جواب نہیں۔ ''نماز'' کے ذریعہ اللہ سبحانہ کی محبت گویا کہ الم نشرح ہوجاتی ہے اور اللہ سبحانہ کی موجودگی اور حاضر و ناظر ہونا ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہو

جاتا ہے نماز کے دو بڑے حصے ہیں :

1- حرکات و افعال نماز: جنہیں "ہیئت نماز" کا نام دیا گیا ہے۔

2- قرأت یا اذکار نماز: جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

ھیئت نماز

اذان یا اعلانِ ادائیگی نماز کے بعد ہر طرف سے مسلمان جوق در جوق مسجد کی طرف گویا کہ بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور ہر شخص آگے جانے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کی خواہش لئے ہوئے یہ کوشش کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ سے محبت کرنیوالوں کی فہرست میں پہلے اس کا نام آئے۔ سب نہایت ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تکبیرہ الاحرام کہتے ہیں گویا کہ کورنش بجا لاتے ہیں بڑے خصوع و خشوع اور ھمہ تن گوش سنتے ہیں کہ ان کا نمائندہ (امام جماعت) اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں کیا عرض کرتا ہے پھر کورنش بجا لاتے ہوئے کمر تک جھک جاتے ہیں اپنی کھینچی ہوئی سیدھی گردن اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں آگے کر کے گویا کہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے عظیم معبود! اگر ہم نے تیری محبت میں کوئی کمی کی ہے تو یہ گردن حاضر ہے بیشک اس

کو کاٹ دے۔ جان بخشی پر کھڑے ہو کر گویا کہ پاؤں پڑتے ہیں یعنی سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی گڑگڑا کر معافی مانگتے ہیں۔ روتے ہیں مچلتے ہیں کہ جس محبت کا اے ہمارے معبود تو حق دار ہے ہم وہ ادا نہیں کر سکے ہمیں معاف کر دے پھر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دعائے قنوت میں گویا کہ منت سماجت کرتے ہیں اور بہت معافی مانگتے ہیں۔ دن رات میں کبھی یہ عمل صرف دو دفعہ دہراتے ہیں یعنی دو رکعتی نماز پڑھتے ہیں کبھی تین رکعتی اور کبھی چار رکعتی نماز پڑھتے ہیں اور اپنی محبت و عشق کا اظہار کرتے ہیں۔

محترم قاری!

اگر کوئی دور سے دیکھنے والا شخص مسلمانوں کو گہری نگاہ سے دیکھ رہا ہو تو لازمی طور پر ان افعالِ نماز کو دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ مسلمان اپنے قیام و قعود اور رکوع و سجود سے کسی بہت بڑی اور باعظمت ہستی کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور اظہار تذلل و انکساری کر رہے ہیں اور اس ہستی کے اتنے عاشق ہیں کہ اس کی خاطر زمین اور مٹی پر اپنے جس کا سب سے اونچا حصہ یعنی

پیشانی بار بار مل رہے ہیں تا کہ وہ ان سے راضی ہو جائے۔

قرأت و اذکار نماز

نمازی جونہی نماز شروع کرتا ہے سب سے پہلے جو لفظ اپنے منہ سے نکالتا ہے وہ اللہ سبحانہ کا پاک نام ہے یعنی ''اللہ اکبر'' پھر رکوع میں جانے سے پہلے سجدہ سے اٹھ کر دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے اسی طرح وہ پوری نماز میں اکتالیس مرتبہ''اللہ اکبر'' کا گویا کہ ورد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بسم اللہ' سمع اللہ' بحول اللہ' الحمدللہ' استغفراللہ' اللّٰھم' شکراً اللہ' عفواً اللہ' غرضیکہ اللہ' اللہ' اللہ ...... ایک عاشق کی طرح دیوانہ وار اپنے معبود اپنے معشوق کو پکارتا ہے۔

سورہ حمد اور دیگر سورتوں میں جتنی بار لفظ ''اللہ'' نمازی کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ دعائے قنوت' سجدہ شکر' تسبیح و تقدیس کے ذیل میں نمازی اللہ' اللہ' سبحانہ اللہ' لاالہ الا اللہ کا ورد کرتا ہے۔ ایک دور سے سننے والا شخص اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نمازی کسی ذات کا

عاشق ہے جس کا نام نامی ''اللہ'' ہے اتنی کثرت سے نمازی اس پاک نام کا ورد کرتا ہے کہ لازمی طور پر اس سے عشق و محبت کا اظہار ہونے لگتا ہے اور اگر یہی ورد ایک آدمی کی بجائے پوری جماعت کرے اور ورد کے ساتھ ساتھ اہل جماعت ایک ساتھ رکوع میں جائیں، سجدہ میں گریں اور ایک ہی سمت منہ کرے کھڑے ہوں تو محبوب یکتا و وحدہٗ لاشریک کی محبت الم نشرح ہو جاتی ہے!!!

محترم قاری!

آپ نے غور کیا کہ نماز کس طرح اللہ سبحانہ کی محبت و عشق کا برملا اظہار کرتی ہے جب یہ عمل کسی معاشرہ میں باجماعت اور ایک خاص نظم و ضبط کے ساتھ دہرایا جائیگا تو افراد معاشرہ طبعاً اللہ سبحانہ سے محبت کرنے لگیں گے ایسے معاشرہ میں پلنے بڑھنے والے بچے، نوجوان بلکہ ادھیڑ عمر اور بوڑھے بھی اپنے مختلف محبوبوں اور معبودوں کو خیرباد کہہ کر صرف اور صرف اللہ سبحانہ کی محبت کے اسیر ہو جائیں گے اور یہی مقصود دین مقدس اسلام ہے۔

رسول اکرم ﷺ اور ان کی آلؑ سے محبت

نتیجہ کے طور پر ایک اور حقیقت پر بھی غور کر لیجئے کہ ساری نماز میں نمازی جس ذات بابرکات کا نام بار بار اپنی زبان پر لاتا ہے وہ ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ مگر اس پاک نام کے ساتھ ایک اور نام بھی نماز میں بکثرت لیا جاتا ہے بلکہ اس کی آل کا بھی' وہ ہے اسم پاک حضرت رسول اکرمؐ یعنی نمازی' قنوت' رکوع' سجدہ تشہد پڑھتے ہوئے اللہ سبحانہ کا نام لینے کے بعد یہ کہتا ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ.

اے میرے پیارے محبوب' اللہ' حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کی آل پر اپنی رحمت خاص نازل فرما!

یہ سنکر نمازی کی آواز سننے والا فوراً یہ رائے قائم کرتا ہے کہ نمازی تنہا یا پوری جماعت اللہ سبحانہ کی عاشق تو ہے ہی حضرت رسول اکرمؐ اور ان کی آلؑ سے بھی شدید محبت رکھتی ہے جبھی تو بار بار اپنے پیارے معبود کی بارگاہ میں ان کے لئے درخواست رحمت و لطف و کرمِ خاص کر رہی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جب نماز کا اختتام ہونے لگتا ہے تو نمازی کہتا ہے :

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللهِ الصَّالِحِيْنَ.	اے ہمارے قابل صد احترام نبی! آپ پر لاکھوں سلام ہوں ہم پر اور اللہ سبحانہ کے تمام صالح بندوں پر بھی سلام!!

یہ جملات اور نماز کے اختتامی کلمات نمازی اور دیگر افرادِ معاشرہ کے دل میں حضرت رسول اکرمؐ ، ان کی پاک آلؑ اور تمام صالح مومنین کی شدید محبت اور احترام پیدا کر دیتے ہیں اور انسان خود بھی اللہ سبحانہ حضرت رسول اکرمؐ ان کی پاک آل سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ بندۂ صالح بننے کی کوشش میں جت جاتا ہے۔

محترم قاری!

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نماز نہ صرف اللہ سبحانہ کی محبت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے بلکہ اس محبت کا نتیجہ اور ثمر بھی بہت جلد معاشرہ میں ظاہر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کا بڑی تاکید اور کثرت سے حکم دیا گیا ہے بلکہ ایک متفق علیہ حدیث کے مطابق جو شخص مسلسل تین دن تک بغیر کسی شرعی وجہ کے نماز جماعت میں شرکت نہ کرے اس سے سوشل بائیکاٹ کر لیا جائے بلکہ اسکا گھر بھی جلا دیا جائے۔ کھلی سی بات ہے

کہ اگر نماز، مظہر محبت خدا و رسولؐ ہے تو ''ترک نماز''، نفرت خدا اور رسول ہے۔ (العیاذ باللہ) پس خدا و رسولؐ سے جو نفرت کرے اسے اللہ سبحانہ کی زمین پر جینے کا کیا حق ہے؟!!

دین مقدس اسلام نے نماز کو تو اہم قرار دیا ہی ہے نماز کے علاوہ دیگر عبادات کی قبولیت بھی نماز کی قبولیت سے مشروط کی ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ اَفۡضَلُ الۡعِبَادَۃَ بَعۡدَ الۡمَعۡرِفَۃِ اِنۡ قُبِلَتۡ قُبِلَ مَاسِوَاھَا وَ اِنۡ رُدَّتۡ رُدَّ مَاسِوَاھَا.

معرفت اصول دین کے بعد بہترین عبادت نماز ہے بلکہ نماز قبول ہوگئی تو دیگر عبادات بھی قبول ہیں اگر نماز ہی مسترد کر دی گئی تو دیگر عبادات خود بخود مسترد ہو جائیں گی۔

(الکافی، باب الصلوٰۃ)

جناب ابو بصیرؓ جو حضرت امام صادقؑ کے معتمد علیہ صحابی ہیں کہتے ہیں کہ امامؑ کا آخری وقت قریب تھا میں حاضر ہوا اور وعظ کی درخواست کی آپؑ نے اس عالم میں ارشاد فرمایا:

لَاتَنَالُ شَفَاعَتُنَا لِمَنۡ ھُوَ مُسۡتَخِفٌّ بِالصَّلٰوۃِ.

ابو بصیر! وہ شخص کبھی ہماری شفاعت کا مستحق نہیں ہوگا جو نماز کو معمولی کام سمجھے!

(الکافی، باب الصلوٰۃ)

حقیقت اور واقعیت نماز

اب تک ہم نے جو کچھ عرض کیا اس کا تعلق نماز کے ظاہری امور سے تھا۔ اصل میں نماز کی ایک باطنی حقیقت بھی ہے جو صرف ان خاص الخاص افراد کو محسوس ہوتی ہے جو اللہ سبحانہ کی طرف خاص توجہ محبت اور محنت و کوشش سے مائل ہوتے ہیں۔ اپنے اندر روحانی بصیرت پیدا کرتے ہیں' دل و دماغ سے خوب خوب غور و خوض کرتے ہیں' علی الصبح اٹھ کر اپنے محبوب کی بارگاہ میں سب سے پہلے حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور صبح کے انتظار میں جن کو نیند بھی نہیں آتی۔ یہ لوگ ''نماز'' یا ''مقدمات نماز'' کے ہر ہر فعل کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صرف ظاہری عمل تک ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ عمل کی حقیقت تک پہنچتے ہیں۔ سب سے پہلے جب وہ طہارت کا عمل بجا لاتے ہیں تو عام آدمی کی طرح پانی سے اپنے

اعضاءِ بدن دھوتے ہوئے نظر آتے ہیں حالانکہ وہ "آبِ توبہ" سے اپنی کوتاہیوں، غلطیوں اور گناہوں کو دھو رہے ہوتے ہیں۔

جب وہ نماز پڑھنے کیلئے اپنے بدن کے ناقابل اظہار اعضاء کو کپڑوں سے چھپا رہے ہوتے ہیں دراصل حیا و شرم اور خوفِ خدا کے لباس سے اپنے نقائص و عیوب کو چھپاتے ہیں تاکہ آقا کی بارگاہ میں فرمانبردار اور تائب بندہ کی طرح حاضر ہوں۔

کرۂ زمین کی تمام اطراف کو چھوڑ کر جب وہ صرف رو بہ قبلہ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو درحقیقت وہ اللہ سبحانہ کی خاطر تمام طاغوتی و ذاتی معمولات کو ترک کر چکے ہوتے ہیں اور خالصتاً لِللہ فی اللہ بارگاہ رب العزت میں محو دیدار جلوۂ حق ہو چکے ہوتے ہیں۔

نیت اور ارادہ نماز کے موقع پر وہ صرف دو رکعت یا چار رکعت نماز کی نیت نہیں کرتے بلکہ دائماً ابداً اللہ سبحانہ کے مطیع و فرمانبردار رہنے اور ہر حال میں اس کے حکم کے بندۂ

رہنے کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

تکبیرۃ الاحرام کہتے ہوئے جب وہ ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں تو پورے دل و روح کے ساتھ اسی ذات بے ھمتا کو بڑا اور عظیم مانتے ہیں دل سے تمام اغیار' خیالات' شہوات دور کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کی زبان تو اللہ سبحانہ کی کبریائی کا اعلان کرے مگر دل کسی اور کے عشق و محبت میں مبتلا ہو اور اس کی طرف متوجہ رہے۔

حالت قیام میں وہ اپنے آپ کو عرصہ قیامت میں کھڑا ہوا محسوس کرتے ہیں اور قیامت کی دہشت سے ان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ رنگ فق ہو جاتا ہے اور ان کا بند بند کانپنے لگتا ہے۔ ایک خطاکار غلام کی طرح وہ اپنی ایک ایک لغزش اور غلطی کو یاد کرتے ہیں بلکہ بمصداق حدیث شریف!

حَاسِبْ نَفْسَکَ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبَ وَزِنْ نَفْسَکَ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنَ.

روز حساب سے پہلے اپنا حساب خود کرلے اور روز میزان سے قبل اپنے اعمال کا وزن خود کرلے۔

اَلاَ اِنَّ لِلّٰہِ عِبَاداً کَمَنْ رَیٰ اَھْلَ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ مُنَعَّمُوْنَ وَاَھْلَ النَّارِ مُعَذَّبُوْنَ.

جان لو! اللہ سبحانہ کے بعض ایسے بندے ہیں جو (حالت نماز میں) ایسے کھڑے ہوتے ہیں گویا کہ جنتیوں کو جنت میں عیش کی زندگی بسر کرتے اور جہنمیوں کو مبتلاء عذاب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ خود احتسابی اور قیامت کا نظارہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(متفق علیہ حدیث)

نماز کے دوران آیات کریمہ اور اذکار مبارکہ پڑھتے ہوئے ان کے دل ان کی زبان کے ساتھ ساتھ دھڑکتے ہیں جو الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں ان کا پورا پورا مفہوم ان کے دل سمجھ رہے ہوتے ہیں اور وہ تمام معنی کے ساتھ ان الفاظ کی ادائیگی کرتے ہیں گویا کہ وہ اس آیہ کریمہ کا مصداق بن جاتے ہیں:

اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَذِکْرِیٰ لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْاَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ.

اس (نماز) میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جس کا دل سمجھے کان مفہوم کو پالیں اور دماغ گواہی دے۔

(سورہ قٓ نمبر 37)

رکوع میں وہ ذلتِ مزید کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ تواضع اور انکساری میں دو قدم اور آگے بڑھ جاتے ہیں نہایت خصوع وخشوع اور خوف خدا سے پشت کو سیدھا کر کے گردن آگے بڑھا دیتے ہیں گویا کہ عرض کر رہے ہوں۔ مالک! کثرت گناہ اور نافرمانی کے سبب یہ گردن کاٹ دینے کے لائق ہے مگر تیری رحمت کا سہارا لئے معذرت خواہ ہوں۔ اس سرور میں جذب ہو کر وہ عرض کرتے ہیں :

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ. میرا عظیم رب پاک ہے اور قابل تعریف ہے۔

پھر کھڑے ہو کر پورے یقین سے اپنے کریم و رحیم رب کی طرف سے معافی کا اعلان کرتے ہوئے اطلاع دیتے ہیں:

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اللہ سبحانہٗ اپنی تعریف کرنیوالے بندے کی بات سنتا ہے (اور اسے بخش دیتا ہے)

اس کی تصدیق امام باقرؑ فرماتے ہیں :

مَنْ اَتَمَّ رُکُوْعَہٗ لَمْ یَدْخُلْہُ وَحْشَۃٌ فِیْ قَبْرِہٖ. جو شخص الفاظ و معنی کے ادراک کے ساتھ رکوع انجام دے اس کی قبر میں تنہائی، اداسی ہرگز نہیں پہنچ سکے گی۔

(الکافی باب الصلوٰۃ)

جالت سجدہ میں گویا کہ وہ تواضع و فروتنی کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ اپنے جسم کے اعلیٰ ترین حصے یعنی پیشانی کو زمین پر رگڑتے ہوئے بارگاہ ارفع و اعلیٰ میں گڑگڑاتے ہیں۔ مٹی پر سجدہ کرتے ہوئے وہ اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ مالک تو نے میرا یہ جسم اسی مٹی سے پیدا کیا ہے لہٰذا مجھے اس پر عجب و تکبر کا کوئی حق نہیں۔ مزید برآں مٹی کے ساتھ مٹی ہو کر عملاً اظہار عجز و انکساری کرتے ہیں کہ تیری عظمت کے مقابلے میں ہماری حیثیت اسی مٹی کی طرح ہے یا اس سے بھی کچھ کم ہے۔ ان جذبات میں ڈوب کر وہ کہتے ہیں :

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ.	اے میرے اعلیٰ رب تو ہی پاک اور تعریف کے لائق ہے۔

پہلے سجدہ سے اٹھ کر وہ اعلانیہ معذرت کرتے ہیں اور بخشش رحم کے طلبگار ہوتے ہیں :

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ.	میں اپنے ربُ اللہ سبحانہ سے بخشش و رحم کا طالب ہوں اور اسی کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔

پھر دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ موت کے بعد ہمارا بدن مٹی بن جائیگا پھر روز قیامت دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور ہم تیری بارگاہ میں تائب اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوں گے۔

مٹی پر سجدہ کرنے اور کھانے پینے والی اشیاء پر سجدہ کی ممانعت کے بارے میں امام صادقؑ سے ایک خوبصورت حدیث پیشِ نظر ہے۔ قارئین کرام کی معلومات کیلئے پیش کی جاتی ہے۔

ایک دن حضرت امام صادق کے ایک ہونہار شاگرد ہشام بن حکمؒ نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ سجدہ کن چیزوں پر جائز ہے اور کن پر ناجائز فرمایا:

لَا یَجُوزُ اِلَّا عَلَی الْاَرْضِ وَمَا اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ اِلَّا مَا اُکِلَ وَلُبِسَ فَقَالَ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاکَ مَاالْعِلَّةُ فِیْ ذَالِکَ؟ قَالَ لِاَنَّ السُّجُوْدَ خُضُوْعٌ	ہشام! سجدہ زمین پر اور جو چیز زمین سے اُگتی ہے اس پر جائز ہے البتہ غذا، خوراک اور لباس پر سجدہ جائز نہیں، ہشام نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ایسا کیوں؟ آپؑ نے فرمایا بات یہ ہے کہ سجدہ اللہ سبحانہ کی عظمت و کبریائی اور

لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَا يَنبَغِىْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى مَا يُؤْكَلُ وَ يُلْبَسُ لِاَنَّ اَبْنَآءَ الدُّنْيَا عَبِيْدُ مَّا يَأْكُلُوْنَ وَيَلْبِسُوْنَ وَالسَّاجِدُ وَالسُّجُوْدُ فِىْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَا يَنبَغِىْ اَنْ يَّضَعَ جَبْهَتَهٗ فِىْ سُجُوْدِهٖ عَلٰى مَعْبُوْدِ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا الَّذِيْنَ اِغْتَرُّوا بِغُرُوْرِهَا.

احترام کا اعتراف ہے پس جو چیزیں کھائی اور پی جاتی ہیں ان پر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دنیادار لوگ ان چیزوں کو بڑا سمجھتے ہیں بلکہ خدا کا درجہ دیتے ہیں پس سجدہ کرنیوالے کو دنیا داروں کے خداؤں پر سجدہ نہیں کرنا چاہئے جنہوں نے ان سے دھوکا کھا کر گمراہی اختیار کی۔

(الکافی' باب الصلوٰۃ)

پس مٹی پر سجدہ غیر اللہ کی بڑائی کا انکار' اکبرِ مطلق یعنی اللہ سبحانہ کی کبرائی و بڑائی کا اعتراف اور اپنی حقارت و تذلل کا اظہار ہے اور یہی مآل نماز ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ مٹی کسی مقدس مقام کی ہو جیسے مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے لی گئی ہو تو نماز کے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے اللہ سبحانہ کی کبریائی کے اعتراف و اقرار کے ساتھ ساتھ اس کے حبیب اور پیارے رسولؐ سرکار دو جہاںؐ کی عظمت کا اعتراف

بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ مٹی میدان کربلا سے لی گئی ہو جہاں پر اس شہید اعظم کا مقدس و مطہر خون گرا ہے جس نے اللہ رسولؐ کے دین کے تحفظ و بقاء کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور قیامت تک منافقت کا قلع قمع کر دیا ہے تو کیا کہنے اس لئے ہمارے بعض شیعہ مسلمان نماز کے دوران اپنے سامنے خاک کربلا کی بنی ہوئی ٹکیہ جائے سجدہ پر رکھ لیتے ہیں گویا کہ اللہ سبحانہ حضرت سرور کونینؐ کی بڑائی و عظمت کے اقرار کے ساتھ ساتھ تحفظ و بقاء دین کے عمل اور اس مقدس عمل کے کرنیوالے یعنی سید الشہداء حضرت ابوعبداللہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہ دائماً ابداً کی بارگاہ میں بھی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں تو سبحانہ اللہ کیا کہنے اور نور علیٰ نور کی کیفیت بن جاتی ہے۔

تشہد

تشہد یعنی گواہی اور تجدید عہد کرتے ہوئے وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ سبحانہ کی وحدانیت و یکتائی اور سرکار دو جہاںؐ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں گویا کہ رہتی دنیا تک دین مقدس اسلام کی حاکمیت اعلیٰ کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ عمل انجام دیتے ہوئے وہ حق و باطل کے اظہار اور باطل پر حق کی بالا دستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی داہنی ران کو بائیں ران کے اوپر اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں کے اوپر رکھتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہر جگہ دائیں کو حق اور بائیں کو باطل بتایا گیا ہے اور ایسا کرنا مستحب ہے۔ گواہی کے بعد وہ حضرت رسول اکرمؐ اور ان کی پاک آلؑ پر درود و سلام بھیج کر اس حقیقت کو الم نشرح کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ کے جملہ فیوض و برکات کے نزول و حصول کا واحد ذریعہ یہ ہستیاں ہیں اس لئے ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت اور ان سے خیر سگالی کا جذبہ ہی مایہ تقرب و باریابی بارگاہ احدیت ہے۔

آخر میں نماز کو ختم کرتے ہوئے ختمی مرتبت' سرکار دوجہاں' حضرت رسول اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ نہایت ادب سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں :

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ للّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ.

اے ہمارے مقدس راہبر و راہنما! آپ پر اللہ سبحانہ کی طرف سے بے حد حساب و خاص الخاص سلام ہو۔

اللہ سبحانہ کی طرف سے یہ زبردست درس ہے کہ مسلمان اپنے اس عظیم محسن کو نہ بھولیں بلکہ ان کی بے حد و حساب مہربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور خراج عقیدت پیش کریں۔

اس کے بعد بارگاہِ قدس و رسالت سے رخصت لیتے ہوئے اور اگلی حاضری تک فیوض و برکات لازوال کا تبرک لیتے ہوئے اپنے آپ پر اور تمام صالح بندوں پر چاہے وہ ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں یا دنیا۔ کے کسی کونے میں بیٹھے عبادت کر رہے ہوں یا بیشک دنیا سے جا ہی چکے ہوں۔ انسان جن یا فرشتہ ہوں، کے لئے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے

ہیں :

اَلسَّلامُ عَلَيۡنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيۡنَ.

ہم پر اور جملہ صالح بندوں پر اللہ سبحانہ کی طرف سے سلامتی ہو اور رحمت ہو۔

اس کے بعد ان کو وہ معراج حاصل ہو جاتی ہے جس کی خاطر انہوں نے یہ محنت و مشقت کی ہے اور گویا کہ اسی دنیا میں ان کو انعام مل جاتا ہے جب اللہ سبحانہ انہی کی زبان سے اپنی اپنے حبیبؐ اولیاء اور صالح بندوں کی طرف سے جواب سلام دیتے ہوئے کہلواتا ہے :

اَلسَّلامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

اے میرے مخلص نمازیو! تم پر بھی ہم سب کی طرف سے سلامتی و رحمت ہو۔

اس کے بعد اظہار تشکر اور آداب رخصت بجا لاتے ہوئے وہ تین مرتبہ اعلان کبریائی خداوند ذوالجلال کرتے ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر اور ساتھ ساتھ ہاتھ سے بھی کورنش بجا لاتے ہیں۔ یعنی جو سفر انہوں نے اس کلمہ کبریائی ''اللہ اکبر'' سے شروع کیا تھا۔ اپنی منزل پر پہنچنے' باریاب ہونے اور انعام پانے

کے بعد آداب رخصت بجا لاتے ہوئے دوبارہ حاضری تک واپس اپنی عارضی رہائش گاہ دنیا میں آجاتے ہیں۔ اسی نماز کے بارے میں جملہ اکابرین مسلمین کہتے ہیں :

- ابتدائے نماز ''تکبیر'' اور اختتام نماز ''سلام''۔
- ''تکبیر'' خلق کا حق کی طرف آغاز سفر ہے اور
- ''سلام'' حق کی طرف سے مخلوق کو سند باریابی ہے۔

تمت بالخیر

ناشر
مؤسسہ حمیدہ لاہور

ملنے کا پتہ
افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور